

سید احمد ساری

برعین



۱۰

چہل درد چلاتے ہیں روتے جاتے ہیں
تمہارے شہر میں آتے ہیں روتے جاتے ہیں

وہ چاند شخص کہیں روشنی میں ڈوب گیا
ہم اپنا ہاتھ ہلاتے ہیں روتے جاتے ہیں

شیر مقیم پرندے جب آ کے کھڑکی میں
ہلا درد چلاتے ہیں روتے جاتے ہیں

ہمارے رونے پہنچتے ہیں وہ تو یہاں سی
ہم ان کو اور بھاتے ہیں روتے جاتے ہیں

کبھی کبھی تو حیاں میں اپنے کانہ سے پر
ہم اپنی لاش اٹھاتے ہیں روتے جاتے ہیں

دل آئنے پر لہو کا بیگب مصرف ہے
ہم ایک شکل ہلاتے ہیں روتے جاتے ہیں

تمہاری یاد کے آسیب رات پچھلے پہر
ہمیں گلے سے لگاتے ہیں روتے جاتے ہیں

عَدِید عشق نے دیوانہ کر دیا ہم کو
کسی کے سامنے جاتے ہیں روتے جاتے ہیں

چر

تہار

وہ

چا

ہم اپنے

شجر

ہمارا

ہمارے

ہم ان

کبھی سمجھ

ہم اپنے

دل آئے

ہم ایک

تہاری

ہمیں گا

عدیہ عشق

کسی کے



پیار بے اختیار ہوتا ہے

پیار بے اختیار ہوتا ہے

سید عدید

الحمد پبلی کیشنز

رانچیبرز - سینڈ فلور - (چوک پرانی اندر کلی) - لیک روڈ - لاہور

ہماری کتابیں

خوبصورت، معیاری اور

کم قیمت کتابیں

تذہیب و اہتمام اشاعت

صفدر حسین

جس کا جی چاہے اپنا نام لکھے
اس کہانی کا انتساب نہیں

سید عدید



ضابطہ:

اشاعت : جنوری سالہ

مطبع : شرکت پرسیں لاہور

سرداق : ریاظ

قیمت : 100 روپے

فہرست

- | | | |
|----|----------------------------------------------------------------|-----------------------------|
| ۱ | پیش آنگ | ضیار المصطفیٰ ترک ہروی ، ۱۱ |
| ۲ | حمد ، | ۲۱ |
| ۳ | نعت ، | ۲۳ |
| ۴ | جب روضہ رسولؐ سے روکر چلے ہیں ، | ۲۷ |
| ۵ | کرنی پس ان آنکھوں میں بایا بھی نہیں جاتا ، | ۲۹ |
| ۶ | اس دل میں یہیں اُٹھی جس سے وہ ذمہ مجھ مرے یار دیا ، | ۳۲ |
| ۷ | داغِ فاہیے رنگِ خاپر لگا ہوا ، | ۳۳ |
| ۸ | جب سے میں اُبکی شوخ نکاہوں میں آگیا ، | ۳۶ |
| ۹ | اس بُت بے جاں کو جیسے جان جان ہنگے گا ، | ۳۸ |
| ۱۰ | انتظار ، | ۴۰ |
| ۱۱ | آنکھوں میں جب اشکوں کا سمندر نہیں ہوتا ، | ۴۹ |
| ۱۲ | اس کی دہلیز پر نہیں جاتا ، | ۵۱ |
| ۱۳ | لے کے آنکھوں سے غمِ دل کے خزانے نکلا ، | ۵۳ |
| ۱۴ | کبھی گوں کا کبھی صبا کے خرام کا نیزیر یار ہوتا ، | ۵۵ |
| ۱۵ | ستم گرائب پشم نہ ہو گا ، | ۵۷ |
| ۱۶ | بڑے دکھہ ہیں محنت میں ، | ۵۹ |
| ۱۷ | ترے عینل میں ایسے گزر اہر اکیں الحہ عذاب جیا ، | ۶۳ |

ہم جو تمہارا غم کرتے ہیں
درد کی شدت کم کرتے ہیں
جوں وان بہت مشکل ہے
پھر بھی کہو تو ہم کرتے ہیں

- خواب دلکش تھا مگر وقت سحر ٹوٹ گیا ، ۸۸
 کہا ہے کس نے کہ ہم پرستم نہیں ہوتا ، ۷۴
 جب کبھی اس بُت کے کوچے میں سو بُر دیکھنا ، ۶۹
 آنکھ میں دشتِ ہرے پاؤں میں چھالا دے کر ۷۱
 اختیار ، ۳۳
 ہوتا ہے تیری یاد میں جب بے قرار دل ، ۵۵
 اُداس رکھتا ہے مجھ کو بہار کا موسم ، ۷۷
 چراغ درد جلاتے میں روتے جاتے ہیں ، ۷۹
 فقیر شہر سے جب اختلاف کرتا ہوں ، ۸۲
 ہر نجگی ہوا و بہار کے دن ہیں ، ۸۳
 دیکھئے کب وہ غریبوں پر نظر کرتے ہیں ، ۸۶
 ہم جو تمہارا عالم کرتے ہیں ، ۸۸
 وقت ، ۹۰
 اس دل پر مجحت کا اثر دیکھ رہا ہوں ، ۹۳
 زمانے کو دکھانے کے لیے ہنستا ہنساتا ہوں ، ۹۵
 میں حریص لطف بہار ہوں مجھے زخم پاس وقار نہیں ، ۹۷
 سید عدید شعرتے ہیں کتاب میں ، ۹۹
 آج غم سے پریشان سمجھی لوگ ہیں ، ۱۰۱
 احساس ، ۱۰۳
 کل تک جس کے تام کے چرچے تھے اونچے ایوانوں میں ، ۱۰۵
 جب سے آنکھوں میں تیرے خواب نہیں ، ۱۰۷

- خزان گزیدہ ہوئے بُرگ دلکش جایئیں ، ۱۰۹
 ملائکہ ترے شہر میں بدنام بہت ہیں ، ۱۱۱
 منزل تلاشئے کا ارادہ ہے دوستو ، ۱۱۳
 روزگار ، ۱۱۵
 بدل انداز ستم ، اور مزادے مجھ کو ، ۱۱۸
 مجحت کا ہو گا اثر چکے چکے ، ۱۲۰
 ہر شخص ہی اس شہر کا اب شعلہ بجا ہے ، ۱۲۲
 ہوسِ گل کو مجحت سے نکالا جائے ، ۱۲۳
 ترے علاوہ کوئی بھی میرا بنائے خلوت گزیں نہیں ہے ، ۱۲۴
 شب فرقت کی نلمت کو صنایدینے کے کیا معنی ، ۱۲۸
 یو لا گہ حیلوں سے اپنے قریب لائے مجھے ، ۱۳۰
 خواب ، ۱۳۳
 پہلی نظر میں لے گیا دل کو نکال کے ، ۱۳۵
 گویا ہوئے تو نوکِ سرخار ہم ہوئے ، ۱۳۷
 سفر طولی ہوا انتظار کا مجھ سے ، ۱۳۹
 اخلاص کا اس شوخ میں نقدان نہیں ہے ، ۱۴۱
 مجحت سے دُنیا کو سر کرنے والے ، ۱۴۳
 بیرامکان ، ۱۴۵
 کوئی سبب ہے ضرور اس کا بدن جو پانی سے جل رہا ہے ، ۱۴۷
 رات بھر میں نے جو سنائی تھی ، ۱۴۹
 ترے وصال کی دل میں جو آرزو دڑھے ، ۱۵۱

۴۰ رابنچے سے کوئی ہیر بھی ہرگز نہ جُدا ہوتی ۱۵۳ ،

۴۱ ایسے ہر شخص مقدر کا ستارہ ماننگے ، ۱۵۵

۴۲ اضطراب ، ۱۵۶

۴۳ نقشِ ماضی دلِ منظر سے مٹانے کے لئے ، ۱۵۹

۴۴ تیرے ہونٹوں پر بھی فقاں ہوتے ، ۱۶۱

۴۵ میرے سانسوں کی بے کی کیا ہے ، ۱۶۲

۴۶ مجھ کو فرقت میں تری یادستانے آئے ، ۱۶۵

۴۷ ہوا سے کام کئی ہم نے نامہ برکے لئے ، ۱۶۷

۴۸ شرط ، ۱۶۹

۴۹ ہر قدم پر سراب ہوتا ہے ، ۱۷۲

۵۰ خود اپنا عکس کبھی آئنے میں دیکھا ہے ، ۱۷۳

۵۱ ہر راہ میں، ہر موڑ پر، گردش نہیں ہوتی ، ۱۷۶

۵۲ صدیوں کو کاشت کر کے حقیقت کشید کی ، ۱۷۸

۵۳ مسکرا یا تو آنکھ بھرائی ، ۱۸۰

۵۴ صد شکر ترے شہر سے ناکام نہ آئے ، ۱۸۲

پیش آہنگ

شاعری کے مقام و معیار کا تعین کرتا وقت کا کام ہے۔ صرف شہرت اور اولیت ہی کسی شاعر ادیب کی تخلیقی عظمت کی ضمانت نہیں ہوتی۔ درحقیقت— اُنکے ساتھ ساتھ معاشرے میں شعر کی دریافت اور بازیافت کا عمل جاری رہتا ہے، بوجہ ازاں تفہیم و تحسین کے مراحل سے گزرتے ہوئے تخلیق کار کی شاختہ میں کرتا ہے۔ تخلیق کا علاقہ بڑا پریچ اور پراسرار ہے۔ نجات کرنے کے لئے ہی عازم سفر ہے اور آج گم کھنگان و رفتگان میں سے ہیں۔ یہاں جس نے بھی کسی دیکھے ہمارے راستے کو اختیار کیا، اپنا آپ گنو بیٹھا۔ ہاں، جن لوگوں نے گریز اور تجاوز کو اپنی اقدامی میں شامل رکھا: سر بر آور دگان میں شمار ہوئے۔ پال ولیری نے بڑی پتے لکھا تھی:-

”زبان کا کام ترسیل ہے لیکن عام زبان میں جیسے جیسے بات کی ترسیل ہوتی جاتی ہے، اللہ اور جملے تحملیل ہوتے جاتے ہیں۔ جبکہ شاعری میں خیال و احساس کی ترسیل کے وصف، جملوں اور لفظوں کا اپنا وجود باقی رہتا ہے۔ یعنی انخذل معنی کے بعد بھی لفظ تخلیل نہیں ہوتا، موجود رہتا ہے اور یہی زبان کا روز مرہ ہے ہٹا ہوا یا تخلیقی استعمال“

”زبان و بیان میں اس جدت طرازی اور تخلیقی استعمال کے نمونے کہیں کہیں۔“
”مدید کے ہاں بھی موجود ہیں جو اس کی تخلیقی توانائی کی واضح نشاندہی کرتے ہیں۔“
”اب ہی یہ شاعر (لاشمور کے تحت ہی کہی) اپنے داخلی اور ذاتی اظہار سے آمیز ہوتا

ہے، نہایت اچھوتے رویے سامنے آتے ہیں۔ اس نوع کی مثالیں:-
 جیسے غربت میں مسافر کو مکان کھینچتا ہے । । ।
 ایسے اک شخص مرے جسم سے جاں کھینچتا ہے!
 اک مخفی مرے نغموں کو زبان دیتا ہے ।
 اک مصور مرے زخموں کے نشاں کھینچتا ہے!

میں فانی ہوں ، خدا وندا ! بجا ہے
 مگر تو جاؤ داں کیسے ہوا ہے । । ।

جیسے پانی کی روانی کو بھنور کائٹے ہیں
 ایسے کچھ لوگ - مردی را ہگز رکائٹے ہیں !
 ایک تصویر بناتے ہیں زمیں پر پہلے
 اور پھر بعد میں - تصویر کا سر کائٹے ہیں

6
—
7
—
8

تمہاری ذات کو تسلیم کرنے سے پہلے ”
 میں اپنی ذات سے بھی انحراف کرتا ہوں
 بس ایک جہد مسلسل ہے کائنات اپنی،
 سو اپنی روح کے اندر شکاف کرتا ہوں

افق کے پار آت کر بھی میں سفر میں ہوں
 ہزار پردوں کے پیچے اک اور پردو ہے !
 مہک رہی ہیں کتابیں عدید لفظوں سے
 ابھی تو سوچ کا پہلا دریچہ کھولا ہے !

رازو سرستہ نظر پر منکش ہونے کے بعد
 اپنی منزل کو میں منزل کا نشاں کہنے لگا ।

صدیاں پل بھر میں بیت جاتی ہیں !
 عرصہ محض نہیں جاتا ! ! !

درحقیقت — ایسے اشعار ہی کسی بھی شاعر کے لئے مایہ افتخار اور زندگی کا
 مایہ ہوتے ہیں۔ بھی وہ تخلیقی معیار ہے جو ہر عہد میں صاحب الاراء افراد کے لئے
 کی بھی شاعر کی پیچان مقرر کرتا ہے۔ اس بات سے قطع نظر — کہ ہمیں ایسی
 ہالیں شاذ ہی دکھائی پڑتی ہیں اور ہم سے ہم کلام شاعر کا عمومی مزاج، روایت اور
 مانع کے ہال میں پر بنیاد رکھے ہوئے ہے، اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ عدید
 ل آواز تو اما اور الجہہ بڑا مستحکم ہے۔ اُس کے اکثر تلازے ایسے ہیں جن سے عام اذہان
 کی آشنا ہیں اور قاری یا سامع کو اُس کی تفہیم میں ابلاغ کی کوئی پیچیدگی آڑے نہیں
 آتی۔ سید عدید کے ہاں، روایت میں کلاسیکیت اور مراجحت ایک ذوبھے میں سمجھان
 ویتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ وہ عموماً تازہ استعارت راشنے کے عمل سے دست کش رہتا
 ہے، اور شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے خیال میں ”متن“ سے زیادہ ”ابлаг“ کا
 مسئلہ اہم ہے۔ معروف جرم سن فلاسفہ اور صاحب اسلوب ادیب نیٹھے
 (Nietzsche) کے الفاظ میں:-

”کچھ لوگ شعوری طور پر یہ طے کر لیتے ہیں کہ ہمیں کن حدود میں رہتے ہوئے
 قیامت کو بیان کرتا ہے اور بعد ازاں — اُسے ہی اپنا اسلوب بیان اور سادگی اظہار
 کا ہال کرتے ہیں۔“
 سید عدید کے اپنے الفاظ میں

میں اپنے قاری کو مشکل میں ڈالتا ہی نہیں
جو بات کرتا ہوں میں صاف صاف کرتا ہوں!

در اصل — شاعری، ادبی زبان کا اعلیٰ ترین نمونہ ہوتی ہے۔ یعنی — ”تکلم کی وہ صورت ہے کلی طور پر صوتی بات میں منظم کر دیا جائے۔“ شاعری — آرٹ ہے اور آرٹ کا ایک کام یہ بھی ہے کہ وہ ہمارے ان تجربات کی تازگی کو پھر سے گرفت میں لے لیتا ہے۔ جو روزمرہ زندگی کے معمولات میں شائع ہو جاتی ہے۔ ادبی اور خصوصاً شاعری اظہار کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ ہم دیدہ اشیاء کو کسی نئے انداز سے دیکھیں اور یافہ مظاہر میں کوئی مختلف اور اچھو تا اظہار دریافت کریں۔ جدید تر ادب میں ”ابنیانے کا عمل“ بنیادی اہمیت رکھتا ہے جس کے لئے کیونکہ روزمرہ زندگی (Defamiliarisation) کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ کیونکہ کسی بھی تجربے کی تازگی برقرار نہیں رہتی، اور ہر چیز معمول اور (Routine) بن کر رہ جاتی ہے۔ اس ضمن میں ”شکلوو سکی“ کے الفاظ آپ زر سے لکھنے لائق ہیں:-

Art is a way of experiencing the artfulness of an object; the object is not important.

سید عدید کی غزل میں (Defamiliarisation) کا عمل کہیں کہیں نظر آتا ہے جبکہ اس کی نظموں میں ایسی مثالیں بڑی کثرت سے اور بڑی توانا لائنوں کی صورت میں ہیں:-

منز لیں مسافر ہیں
آرزو نہ سمجھتی ہے
زندگی کے میلے میں
جب کبھی اکیلے میں

کچھ چرانغ جلتے ہیں
روشنی کے ریلے میں
راتے بھی چلتے ہیں

خواہشیں ہزاروں ہیں
دل کے شاخاروں میں آرزو پنچتی ہے
زلف کے اندر ہیرے میں
جسم کے سورے میں

آئینے سا جی راں ہوں، آئینہ مقامل ہے
آئینے کی آنکھوں میں عکس ایک اڑا ہے
رازا پتی خلقت کا اب بکھ میں آیا ہے
اک طویل افسانہ ہے مجھ ستر کہانی میں
خواہشیں سمندر ہیں ایک بوندپانی میں

(نظم ”انتظار“ سے اقتباس)

اگر اجزاء سث جائیں تو پھر یہ ”کل“ ”محبت“ ہے

ہو ایں آئینے تنحیب کرتا جا رہا ہوں
میں اپنے درد کو تر تیب کرتا جا رہا ہوں

(نظم ”بڑے دکھ ہیں محبت میں“ سے اقتباس)

یہ قربت جسم کی قربت نہیں ہرگز

مرے احساس کی پوریں
تمہاری روح کو چھو کر
مرے اور اک تک آئیں.....
(نظم "شرط" سے اقتباس)

سید عدید کی مندرجہ بالا سطروں سے اُس تازہ کاری اور نئے پن کی واضح جھلک
ملتی ہے جو اُس نے ابلاغ اور تفہیم کے خلاف جانتے ہوئے اپنے اسلوب پر غالب
نہیں آنے دی۔ اس کے طرز اظہار میں علامتی اور استعاراتی پیرائے سے شدید گریز
شامل ہے۔ اس نے خیال و احساس کی ان پرتوں کو کھولنے کی کبھی بھی کوئی دانت
کوشش نہیں کی جو قاری کے لئے کسی الجھاوے کا سبب بنیں۔ وہ شعر کو معہد یا چیستیان
بنانے کے سخت خلاف ہے اور یہی بنیادی سبب ہے کہ سید عدید، عهد حاضر کے مردوجہ
لب و لبجھ سے بالکل الگ آہنگ رکھتا ہے اور ایک لحاظ سے یہ بھی اُس کی امتیازی
خصوصیت اور انفرادیت ہے کہ آج، جبکہ ہر طرف ہم شکل آوازوں کی بھیڑ دکھائی
دیتی ہے، اُس کا چھروں دیکھا بھالا ہونے کے باوصف الگ سے پہچانا جاسکتا ہے۔ اس کے
شوری ارتقاء کا عمل جاری ہے اور کچھ عجب نہیں کہ امروز سے فرد امیں منقلب ہوتا
ہو اوقات سختیں تبدیل کر دے۔ یوں بھی سید عدید کے بقول۔

یہ دور قحط ہنر کا ہے پھر بھی لوگ، یہاں
ہوا کی دھار سے پھر تراش لیتے ہیں!

(ضیاء المصطفیٰ ترک مہروی)

پیش لفظ

"پیار بے اختیار ہوتا ہے" "پیار زندگی ہے کچھ لوگ زندگی گزارتے ہیں کچھ
لوگوں کو زندگی گزارتی ہے۔ کچھ لوگ محبت کو زندہ رکھتے ہیں کچھ لوگوں کو محبت زندہ
رکھتی ہے۔ انسان کے خیر میں نفرت اور پیار کی آمیزش ہے۔ ہر انسان کے دل میں
کسی سے پیار اور کسی سے نفرت کا جذبہ موجود ہوتا ہے۔ سو میں نے اپنی شاعری کی
بنیاد پیار پر رکھی کیونکہ زندگی اور شاعری میں یہی ایک قدر مشترک ہے۔ نفرت کا
عکس اس میں کم کم ابھرتا اور غروب ہوتا ہے۔ مثلاً جب کوئی پیار کو طلب سے مشروط
کرتا ہے، جنم کو انسان قرار دیتا ہے، ہوس کو محبت سمجھتا ہے تو "پیار بے اختیار ہوتا
ہے" اس کے خلاف احتجاج ہے۔

ہم لوگ زندگی کو محبت سے مزین کرتے ہیں۔ یقیناً اسی لئے ہمارے دکھ درد
بھی راحت آمیز ہوتے ہیں۔ وہ دکھ جو ایک عام آدمی کو ڈھنال کر دیتے ہیں۔ ہمارے
اور اک کی آنکھوں میں ابھر کر صفحہ قرطاس پر منکس ہو جاتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ وہ
دکھ درد ہم جیسے پیار کرنے والے لوگوں میں تقسیم ہوتے جاتے ہیں۔ سو میں نے جو
دکھ درد اور جذبات دل کی تجویزی میں سنبھال رکھتے تھے۔ اس کتاب کے حوالے سے
پیار کرنے والے لوگوں میں تقسیم کئے ہیں۔ دیکھئے اب کس کے حصے میں کیا آتا ہے۔

شاعری خداداد صلاحیت ہے اور جسے یہ ودیعت ہوتی ہے وہ اس کا امین اور امامت
دار پر صاحبِ انتقام تک اس کا انتقال فرض ہوتا ہے۔ جب بچپن جوانی کی دہلیز پر
قدم رکھتا ہے تو جذبات کا الہ پن شعری ریا کاری اور لفظوں کے ہیر پھیر سے ناواقف
ہوتا ہے۔ بے ربط الفاظ اور پچے جذبات سے رند ہی ہوئی سید ہی سادھی باتیں

شاعری کی اساس ہوتی ہیں۔ اگر اس زمانے میں شعر کہنے کا دراک مل جائے تو اس پر
قد غن لگانا کسی طور بجا نہیں۔

اکثر لوگوں کے ذہن میں یہ بات ڈال دی جاتی ہے کہ زیادہ لکھنے سے شاعری کا
معیار گر جاتا ہے۔ ایسی باتیں پھیلانے والے اول تو وہ لوگ ہیں جن کے خیر میں
شاعری کا عنصر برائے نام ہے۔ پچاس سالہ برس شاعری کرنے کے بعد دوچار اصلاح
گزیدہ غزلیں انظمیں ان کا کل انشا ہوتی ہیں۔ اب دوچار نظموں اغزوں سے کتاب
تو چھپنے سے رہی۔ وہ اپنے کھوار سس کے لئے براؤ راست زود گوئی اور بالعکس
شاعری کے خلاف محاذ آرائی کرتے رہتے ہیں۔ دو تم وہ لوگ جو صرف اپنے لئے لکھتے
ہیں۔ ان کا مقصود قاری تک اپنی بات کی تسلیل نہیں بلکہ قاری کو مر عوب کرنا ہوتا ہے۔
وہ ایک خط کھینچتے ہیں اور اس پر حروف لگاتے ہیں اور پھر اسی طرح کئی خطوط کھینچ کر ان پر
حروف لگاتے ہیں۔ اس عمل کے لئے نو مہینوں کی مدت درکار ہوتی ہے۔ اب اگر یہ کام
سات مہینوں میں مکمل ہو جائے تو غزل انظم پاچ یا کمزور پیدا ہوتی ہے اور اگر ایسے لوگ یہ
کہیں کہ فلاں شاعر کی کتاب کو آئے ہوئے ایک مہینہ ہو گیا ہے تو کیا عجب ہے۔

اسے وہ جس شاعر کا نام لیتے وہ بلا امتیاز اس عہد کا مقبول ترین شاعر
ہے۔ اس کے شعر لاکھوں دلوں میں دھڑکتے ہیں۔ اس تمہید کے بعد اگر فرحت
عباس شاہ کا نام نہ بھی لیا جائے تو لوگ سمجھ جائیں گے کیونکہ اس عہد میں قاری سے

سب سے مضبوط رشتہ اسی کا ہے
گزشتہ پانچ سالوں میں عدم ہاشمی کی پانچ ستائیں منظر عام پر آئیں ہر کتاب
دوسری سے الگ، اپنی مثال آپ ہے۔ عدم ہاشمی اس عہد کے بہترین شاعر ہونے
کے ساتھ ساتھ ایک عہد ساز شاعر بھی ہیں۔ ان برائے نام ناقدین اور شعراء کے
لئے اور بھی ہزاروں مثالیں ہیں۔ ان کی تنقید کا دائرہ صرف شعراء تک ہی محدود
نہیں رہتا بلکہ پبلیکیشنز بھی ان کی بے جا تنقید کا ہدف بنتے ہیں۔ ان کو یہ الزام دیا جاتا
ہے کہ وہ نووار دان ادب کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے۔ کم از کم صدر حسین

(الحمد ببلی کیشن) کے بارے ان کی یہ بات تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ اگر کوئی کتاب قاری
کے لئے لکھی گئی ہو تو وہ اسے شائع کرنے سے ہر گز انکار نہیں کرتے۔

پیار کرنے والے لوگ دوستی پر ایمان رکھتے ہیں سواس کتاب کے حوالے سے
جس دوستوں کا قرض بھی چکانا ہے۔ اس کتاب میں میں نے غزلیات کے ساتھ نظمیں
بھی شامل کی ہیں۔ اس حوالے سے میں محترمہ ذکیرہ ساجد کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا
ہوں جن کے کہنے پر میں نے باقاعدہ نظم لکھا شروع کی۔ وہ خود بھی بہت اچھی نظم
لکھتی ہیں اور اندازِ تکلم تو ساحرا نہ ہے۔

شاعری کے حوالے سے میرا باطح اکثر فنکاروں سے رہتا ہے۔ ان میں شکیل
سیفی، میش حیدر، کے ایس رضوی اور چاند محمود کا نام ہے۔ شکیل سیفی فلم شارہونے
کے ساتھ ساتھ شاعری بھی کرنے لگے ہیں۔ اپنے دوستوں میں مجھے محمد یوسف شاہ،
پاودھری محسن، راتا خیار بانی، مرزا قمر، گل شیر بٹ، محمد لطیف طور، راتا رضا، سیم بابر،
لالی ریاض ظفر، و سیم، پاودھری مجاہد مصطفیٰ اور سب سے بڑھ کر پروفسر ندیم اسلام
سالہری سے ہمیشہ تعاون ملا ہے۔ اپنے رفقاء میں سے مجھے تین ساتھیوں نے بہت متاثر کیا
ہے ان میں ان میں محمد فاضل، غلام مصطفیٰ اور محمد رمضان کا نام ہے۔

شہر اقبال میں نئے لکھنے والوں میں رحن امجد مراد، افضل شریف صائم، حافظ قیصر
لہدا، ستار جاذب، عطاء چشتی، سید شاہ نواز، قادر علی دلبر، امداد راحت، امیاز بابر، شہزاد احمد،
محمد طاہر، مشتاق اور سمیع کے نام ہیں۔ جن سے مستقبل میں بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔
مختلف ممتاز، شاہد ذکی، اعجاز غرائی، ضیاء المصطفیٰ ترک مہروی، حفیظ عامر اور

(اس سائل ایسے شاعر ہیں جن کی شاعری پر میں رشک کرتا ہوں۔

اگر اس فہرست میں خواجہ مقبول کا نام شامل کر دیا جائے تو پیش لفظ مکمل ہو جاتا
ہے۔ میں نے اس فہرست میں نوجوان شعراء کا ذکر کیا ہے اور خواجہ مقبول میری نظر
میں اگر نوجوان ہیں۔

سید عدید

جس کے ہر ایک جرم کو میں نے کیا قبول
وہ بھی میرے خلاف گواہوں میں آگیا

آغازِ ترے نام سے ہر کام کا کرنا
شیوه ہے مسلمان کا اگر مجھ سے ادا ہو

رحمٰنِ ترِ نام ہے شیوه ہے رحیمی
مجھ جیسے گندے گاری پھی تیری عطا ہو

یہ حمد ہے تیری کہ تو ہے پالنے والا
رحمت سے تو ظلمت میں کرن ڈالنے والا

انسان کو ہر وقت ہے اندیشہ سزا کا
مالک تو فقط تو ہے یہاں روزِ جزا کا

حَمَّارِي تَعَالَى

بھولے ہوئے آہو کو دکھاراہ حرم بھی
ہرگام پس راہ پہ ہوتیرا کرم بھی

درپر جو ترے آیا ہوں لوٹانا نہ مجھ کو
پُرپیچ گزر گا ہوں میں الجھانا نہ مجھ کو

نعت

مری جیات کا مقصد ہے جستجو میری
میں راہ بھولا ہوں منزل ہے آقا تو میری

میں تیری غاکِ کفت پا کو چومنت چاہوں
ہے میری قتاب سے بڑھ کر یہ آرزو میری

زیں پذکر ترا جب کبھی میں کرتا ہوں
فلک پر قدی بھی کرتے ہیں گفتگو میری

مرے سخن پر ہیں تیری فواز شیں اتنی
کہ بات سنتے ہیں مل بیٹھ کر عدو میری

کے علام جوان کا علام بھی مجھ کو
تو بکھلا ہوں سے سید ہے آبرد میری

۱۴۳۰-۶۱۷۴۳

۱۴۳۰-۶۱۷۴۳

گھرچوڑ کر مدینے سے مکے گئے حسین
ٹھہرے کہاں گہاں سے نکالے گئے حسین
ہر خیداں جہان سے پیاسے گئے حسین
امتن کو مغفرت کی دعاوے گئے حسین

آئی وفا کی رسم شہرِ مشرقین سے
خلافت یزید وقت ہے اب تک حسین سے
روزِ جزا اصل شہرِ مشرقین نے
بنتِ رسول پاک مکے اس نورِ عین نے
کعبہ سے قصہ ہجرا کیا جب حسین نے
صورت بدل لی معرکہ بدروہنین نے
اک شور تھا کہ کون ہے اس کے غلاف میں
مصروف گھر خدا کا ہے کس کے طاف میں
جس کو ذرا بھی شک ہو وہ بے شک جواب دے
اس کا حوالہ دون میں بھلا کیوں کتاب سے
صدق رسول جاتے ہیں جس کے نصاب کے
لکھا ہے جس کو آپ رسالتِ نبی نے
تسلیم کر لیا ہے تو پھر پیش و پیس نہیں
گنجائش اس بعثت کی کہ دو کہ بس نہیں

Faisal Butt
Head Mechanic
0321-7906765

Shahbaz Mubara
WorkShop Manager
0309-77168



Shahid Autos Corporation
Court Road Sialkot
Ph: 052-4274286

جب روضہ رسول سے روکر چلے حسین
دربار بھائی اشکوں سے دھوکر چلے حسین
یکسے جُدما تبول سے ہو کر چلے حسین
کتنے گھر رڑی میں پرود کر چلے حسین
یہ سوچ کر تو روتے تھے سبیطِ رسول م بھی
اس قافلے میں ساتھ ہے بنتِ بقول م بھی
اک شان اک وقار تھا سبیطِ رسول م کا
ہر ایک پیروکار تھا سبیطِ رسول م کا
ہر فرد جاں نثار تھا سبیطِ رسول م کا
اللہ راز دار تھا سبیطِ رسول م کا
سامنی میرے حسین م کے سب باکمال تھے
دامن میں جتنے پھول تھے سب بے مثال تھے

وہ دو شرِ دوسرا کا مکین فخرِ انبیا
 شہرِ بنی اسرائیل سے شہرِ خدا میں چلا گیا
 اُمّت کی مغزت نے دہاں پر بھی جایا
 اہلِ سنت نے چین سے رہنے نہیں دیا
 یہ سوچ کر خدا کے وہ گھر سے بھی چل دیے
 ایسا نہ ہو کہ کعبہ کی حُمّت پر زد پڑے
 جب قافلہ حسینؑ کا کرب و بلا گیا
 بوئے امامؑ شہر و مفتام اپنا آگیا
 عباسؑ نے کہا کہ جو ہے آپؑ کی رضا
 دو حکم اس غلام کو اے سبطِ مصطفیٰ
 آثار ہیں حضور یہ کچھ قربِ رات کے
 نیچے نہ ہم لگا لیں کنارے فرات کے
 تعظیم خاکِ کرب و بلا چاہتے تھے آپؑ
 بے بیں نہیں تھے رب کی رضا چاہتے تھے آپؑ
 کیا پوچھتے ہو مجھ سے کہ کیا چاہتے تھے آپؑ
 دینِ محمدیؑ کی بقا چاہتے تھے آپؑ
 عظمت ہے یہ دلیل امام شہیدؑ کی
 بیعتِ حسینی کرتے نہیں ہیں یزیدؑ کی

چلتی ہوا کو روک لیں پانی کو موڑ دیں
 ہاتھوں کے اک اشارے دنیا جھنجھوڑ دیں
 وہ ظلم کے نظام کو اک پل میں توڑ دیں
 جس وقت چاہیں کفر کی گردن مرود دیں
 صد چاک ہے یہ سوچ کے دل میرا سون سے
 پیاسے ہیں اُن کے گھر میں سمجھی تین روز سے
 روتی تھی کائنات ستارے فکار تھے
 جس کے غلامِ بصر کے پروردگار تھے
 اس گھر کے سارے فرد ہی کیوں اشکبار تھے
 تنہا تھے اک حسینؑ مقابل ہزار تھے
 ائمّہ کے حضور میں جھکتے جو سرہنہ تھے
 دیکھی چاک جو تین کی وہ دوش پر نتھے
 دنیا یہ دشتِ ظلم ہے اک خارزار ہے
 یہ بحر، بحرِ رنج، غم بے کنار ہے
 جس کی نظر میں ان کے عنوان کا شمار ہے
 وہ کامیاب، غم کا وہ پروردگار ہے
 جو شخص زندگی کا یہاں راز پا گیا
 اُس نے غمِ حسینؑ کو یعنے لگا لیا

خدم خاص ، خاص برادر پلے گئے
قاسم پلے گئے علی اکبر پلے گئے
عون و محمد و علی اصغر پلے گئے
مقتل میں ایک دن میں بہتر پلے گئے
کاندھے پس کے لاثے اٹھائے حسین نے
وعددِ رسول کے تھے بھائے حسین نے

اس نظمِ کائنات کا دستور کون ہے
زخموں سے جس کا جسم ہوا چور کون ہے
اس ریگِ سخت گرم پہ مجبور کون ہے
اے شمر، رُک! ٹھہر جا! کہ یہ نور کون ہے
پالا ہے اس کو پاک نبی کی تول نے
ظالم گلے پہ پوسہ دیا ہے رسول نے
جب ظلم کا نظامِ مکمل بدل گیا
دوشِ رسول پاک کا مقابل ڈھل گیا
خیز رُگ حسین پہ جس وقت چل گیا
دشتِ بلا کا غم سے کلیجہ نسل گیا
ہائے! یہ ظلمِ دوشِ نبی کے سوار کو
مارا وطن سے دور غریب الدیار کو

○

کوئی سپنا ان آنکھوں میں بسایا بھی نہیں جاتا
غموں کا بوجھ پکوں پر اٹھایا بھی نہیں جاتا
کسی کو یاد کرنے سے بڑی تکلیف ہوتی ہے
کسی کی کیاد کو دل سے بھلا کیا بھی نہیں جاتا
قیامت ہے اگر ساختی کوئی دیر آشنا نکلے
کسی کو چھوڑ کر رستے میں جایا بھی نہیں جاتا
کچھ ایسے درد اس بے درد کی ہم رعنایت ہیں
بصد کوشش جنہیں دل سے بھلا کیا بھی نہیں جاتا

یقین آئے اُسے کیسے مری بے لاگ چاہت پر
کہ اب دل چیر کر اس کو دکھایا بھی نہیں جاتا

اگر وہ مان جائے تو کہاں ایسی مری قسمت
اگر وہ روٹھ جائے تو منایا بھی نہیں جاتا

میں اپنی داستان ان کو سنا تو دوں کبھی لیکن
حسین آنکھوں کو غم دے کر رُلا یا بھی نہیں جاتا

کبھی خلوت میں چھڑیوں گا میں سازِ غم کے تاروں کع
محصِّل تو حالِ دل سنایا بھی نہیں جاتا

اجالے میں تو جتنے ہم سفر چاہوں وہ مل جائیں
مگر نسلت میں سانچی بن کے سایا بھی نہیں جاتا

وطن سے دُور مگر ناگہاں کا سانحہ یعنی
کسی مفلس کے لاشے کو اٹھایا بھی نہیں جاتا

لگی ہے دل کے دروازے پر تیرے نام کی تختی
اگر دیکھا نہیں جاتا ہٹایا بھی نہیں جاتا

مجھت کرنے سے پہلے تم اتنا سوچ لو سید
یہ راز ایسا ہے دُنیا سے چھپایا بھی نہیں جاتا

اس دل میں ٹیس اٹھی جس سے وہ زخم مجھے مرے یار دیا
میں زندہ رہا پر جینے کی حسرت نے مجھ کو مار دیا
جس کچھ میں چین ملا مجھ کو اُسے میں نے دُکھ پروار دیا
وہ راحت راحتِ جاں بید جس راحت نے آزار دیا

وہ لوگ دفا کے پیکر ہیں جو اس پر پورے اُرتے ہیں
اس پیار نے ہم کو دنیا میں جو بیعنی کا معیار دیا

دو باتیں سخت کھن آئیں جیون بھر میرے حصے میں
اک خواہش تجھ کو پانے کی اک دل مجھ کو بیکار دیا

کیا تجھ کو خیر ان غزلوں کو میں خونِ جگر سے لکھتا ہوں
سُن درد بھری ان غزلوں نے ترےِ حسن کو برگ فبار دیا

یہ کہہ کر اس سے نامہ بُر رنجور نہ ہو مرے مرنے پر
جو بوجھ تھامیرے یسنے پر وہ میں نے دل سے اُمار دیا

کر لا کھشم مجھ پر تو مگر یہ سوچ نے ظالم ہرجانی
مجھے جتنا درد دیا تو نسبتھے اتنا میں نے پیار دیا

نے ہجر کے غم نے ول صنم کوئی اُفت ہے نہ پاسِ حرم
کچھ پاس نہیں اب بیکد کے اک دل تھا وہ بھی ہار دیا

○
 داغِ دفا ہے رنگِ خاپِ لگا ہوا
 اک نغم میرے دل میں برابر لگا ہوا
 مجھ سے یوں ہم کلام ہوا اس کی مجال کیا
 یکن رقیب ہے تیری نشہ پر لگا ہوا
 تصویرِ رو برو تھی کہ آنسو نکل پڑے
 دیوار پر ہو جیسے سمندر لگا ہوا

چارہ گردیں کے بس کا نہیں ہے مریضِ عشق
 اک دل ہے اور اس میں ہے خیز لگا ہوا

دل میں آنار د آنکھ کے رسنے کسی کا عکس
 بے جان نہیں ہے جنم میں یہ در لگا ہوا
 اچھا بتاؤ اس کو ہے ماپنوں سے خوف کیا
 جس کی ہو آستین سے اثر در لگا ہوا
 اس عمدِ قحطِ ہر دفا کا علاج کیا
 ہر شخص کے ہے سینے میں پھر لگا ہوا
 اک آرزو ہے لگھر کو مکمل کھریں عدید
 پھر جھوٹ دیں کسی کے لئے لگھر لگا ہوا
 سید عدید نام کا مصرف یہ کیا ہوا
 کتبہ ہو جیسے قبر سے ہٹ کر لگا ہوا

○
جب سے میں اس کی شوخ نکا ہوں میں آگیا
دنیا کے فقیر تھا شاہوں میں آگیا

جس کے ہر ایک جرم کو میں نے کیا تسلی
دہ بھی مرے خلاف گواہوں میں آگیا

اک نام دل کی تھنی پتھر کیا ہوا
سارا وعد درد کی بانہوں میں آگیا

اک دشت آرزو ہے کہ پھیلا ہے چار سو
اک شخص مجھ کو چھوڑ کے را ہوں میں آگیا

آہوں پ زرد زرد نشاں ہجر کے پڑے
اور سُرخ حرف ہونٹ پر آہوں میں آگیا

اک اور شخص پیار کا مُن کر ہوا عَدید
اک اور جرم میرے گناہوں میں آگیا

توڑا خودی نے جو نبی بتوں کے حصاء کو
سید عَدید رب کی پناہوں میں آگیا

اس بُت بے جاں کو جب سے جان جان کہنے لگا
 جلتے سوچ کی تپش کو ساتھاں کہنے لگا
 خود فریبی سے وہ اپنے دل کو بہلاتا رہا
 لمجھ بھر کی زندگی کو جسا واداں کہنے لگا
 جیسے جیسے منزلوں کے فاصلے پڑھتے گئے
 رہزوں کو بھی مسافر پاسباں کہنے لگا
 ساری دُنیا سے عادوت کیا ضروری ہے مگر
 تیری خاطر ہر کسی کو مہرباں کہنے لگا
 رازِ سربراہ نظر پر منکشف ہونے کے بعد
 اپنی منزل کو میں منزل کا نشان کہنے لگا

تر ہوا دامن زمیں کا روپڑی ہیں پدھیاں
 جب کبھی میرا فنا نہ آسمان کہنے لگا
 چند لمحے تیری اُفت میں گزارے جس نے بھی
 جُز ترے اس زندگی کو رائگاں کہنے لگا
 تیری رسوائی کے ڈر سے میں نے لب کھونے نہیں
 کس لئے مجھ کو زمانہ بے زبان کہنے لگا
 بینتے محبوں کی سمجھی یادیں پلٹ کر آگئیں
 وقت جب میرے عنوں کی داستان کہنے لگا
 اب کہاں وحشت سرائے آرزو سید عدید
 یہ زمانہ بخشد کو بھی گلستان کہنے لگا
 پہلے اس نے مجھ سے پوچھا کون ہے سید عدید
 اور پھر وہ خور کو میرا ماں داں کہنے لگا

انتظار

ہم نے تم کو چاہا ہے
 تم سے پیار کرتے ہیں
 تم سے ملنے کی خواہش بار بار کرتے ہیں
 منزلیں مسافر ہیں
 آرزو و تھہری ہے
 زندگی کے میلے میں
 جب کبھی اکیلے میں
 کچھ چراغ جلتے ہیں
 روشنی کے رسیلے میں
 راستے بھی چلتے ہیں
 تم کو پالیا ہے پر انتظار کرتے ہیں

کل بھی نامکمل تھے آج بھی ادھورے ہیں
 درد کی کہانی میں
 سارنی زندگانی میں
 خواہشیں سڑاروں میں
 دل کے شاخاروں میں آرزو پنپتی ہے
 زلف کے اندھیرے میں
 جسم کے سویرے میں
 انتظار ہوتا ہے
 انتظار کس کا ہے
 دل میں پیار کس کا ہے
 آج اس نتیجے پر ہم پہنچنے والے ہیں
 زندگی کی راہوں میں دُور تک اُجاۓ ہیں
 اجنبی حوصلی ہے
 اجنبی حوصلی میں
 ادھ کھلا دریچر ہے
 ادھ کھلے دریچے میں چاند جیسا چہرہ ہے
 چاند جیسے چہرے پر نیم باز آنکھیں ہیں
 نیم باز آنکھوں میں خواہشوں کا ڈیرا ہے

خواستہوں کا ڈیرا ہے نیند کا بسیرا ہے
 اور ایک سپنا ہے
 خواب زار کے در پر انتظار لکھا ہے
 پیار پیار لکھا ہے
 اس کی سُرخ آنکھوں میں انتظار کس کا ہے
 دل میں پیار کس کا ہے
 آج اس نتیجے پر ہم پہنچنے والے ہیں
 زندگی کی راہوں میں دُور تک اُجائے ہیں

آبشار پر کوئی اجنبي اکیلا ہے
 صوچیے تو کون اُس کی آرزو سے کھیلا ہے
 آسمان پر شب کا یہ آخری ستارا ہے
 رات سونے والی ہے
 صبح ہونے والی ہے
 اور زندگی کا وہ آخری سہارا ہے
 انتظار کا سورج ڈوبنے ہی والا ہے
 اور وہ یوں بلیٹھا ہے

جیسے کوئی اُترے گا آرزو کے ساحل پر
 آدمی زمانے میں جو بھی پیار کرتا ہے
 انتظار کرتا ہے
 انتظار کس کا ہے
 دل میں پیار کس کا ہے
 آج اس نتیجے پر ہم پہنچنے والے ہیں
 زندگی کی راہوں میں دُور تک اُجائے ہیں
 اجنبي حویلی ہے
 اجنبي حویلی میں
 ایک ماں اکیلی ہے
 اور اس حویلی کا صحن بھی کشادہ ہے
 زندگی سے بیٹھے کا دُکھ اُسے زیادہ ہے
 درد تو بلا کا ہے
 صبر انہا کا ہے
 ضبط کا تقاضا ہے
 آنکھ میں نہیں آنسو
 ہونٹ پر دعائیں ہیں

جانے کون آئے گا

ان اُداس آنکھوں میں خواب رنگ لائے گا
اس کی مردہ آنکھوں میں انتظار کس کا ہے
دل میں پیار کس کا ہے

آج اس نتیجے پر ہم پہنچنے والے ہیں
زندگی کی راہوں میں دُور تک اجاءے ہیں
جسم و جان کے مندر میں
دیوبیاں سلامت ہیں

ناگ رانج بیٹھے ہیں دودھ کی بیلوں پر

اک پُجاري آئے گا
جستجو کی آوازیں
سُن رہا ہوں مدت سے
آرزو کا سنا

کب چیخ کے ٹوٹے گا
آبدار آنکھوں سے خواب کوئی پھوٹے گا
خواب خواب ہوتا ہے خواب پر بھروسہ کیا
زندگی حقیقت ہے

اور اس حقیقت کو خواب کی صرورت ہے
کون خواب دیکھے گا

کون اُس کی تعبیریں اب بتانے آئے گا
منتظر زمانہ ہے جانے کس نے آنا ہے
انتظار کس کا ہے
دل میں پیار کس کا ہے

آج اس نتیجے پر ہم پہنچنے والے ہیں
زندگی کی راہوں میں دُور تک اجاءے ہیں

ایک چھوٹا بچہ ہے
اس کے نرم ہاتھوں میں
سخت بھاری پتھر ہیں
زمزم خم پیوں میں جسم کا پسینہ ہے
سامنے وہ زینہ ہے

جس پر اُس نے جانا ہے
اور اس مشقت کا شام تک تسلی ہے
ظلم یہ مشقت کا اجر اتنا تھوڑا ہے

جس نے ایک بچے کا خواب ذار توڑا ہے
سوق کی زمینوں پر
ایک بوڑھی ماں اس کی ایک چھوٹا بھائی ہے
اک بہن اپا، تج ہے
سوق تو دوہماں کے چار پیٹ ہوتے ہیں
باد جود محنت کے کیوں وہ عبوکے سوتے ہیں
آسمان سے جانے کب ان کا رزق اُترے گا
و عددہ تو کیا ہے پر وعدہ کب وفا ہو گا
بھوک پیاس کی شدّت وہ بھی جانتا ہو گا
بھوک جب ستانی ہے
پیٹ کی منڈروں پر
زرد زرد آہوں کے کچھ نشاں اُبھرتے ہیں
بھوک جب ستانی ہے
دن کو سونے والے بھی رات کو سوئتے ہیں
جسم کی صلیبوں سے پیرہن اُترتے ہیں
وہ تو خیر عورت ہے اس کا اس زمانے نے کام یہی سمجھا ہے
اس سے کیا گلکہ کرنا

اس کی اپنی مجبوری
خواہشوں کے اثر درپیں شاخ جسم سے پڑتے
پیٹ کی بد ولت ہیں
لوگ جو زمانے میں باوقار ہوتے ہیں
ان میں لوگ ایسے بھی کچھ شمار ہوتے ہیں
کارزارِستی میں
خواہشوں کی منڈی میں
سب کو یچ دیتے ہیں
جب پڑے ضرورت تورب کو یچ دیتے ہیں
ظلم کے افتق سے کب آفتاب اُبھرے گا
جانے اس زمانے میں کون عیشی اُترے گا
انتظار کس کا ہے
دل میں پیار کس کا ہے
آج اس نتیجے پر ہم پہنچنے والے ہیں
زندگی کی راہوں میں د... و... رتک اُجاۓ ہیں
ہر کوئی یہاں اس کا انتظار کرتا ہے

جس سے پیار کرتا ہے
 اور اس حوالے سے اپنی زندگی ہم ہیں
 اپنی ہر خوشی ہم ہیں
 اپنی زندگانی میں مستقل کمی ہم ہیں
 نام اس کا لیتے ہیں وجہ شاعری ہم ہیں
 آدمی سے دُنیا ہے اور آدمی ہم ہیں
 آئندہ سا جیڑاں ہوں آئندہ مقابلہ ہے
 آئندے کی آنکھوں میں عکس ایک اُڑتا ہے
 راز اپنی خلقت کا اب سمجھ میں آیا ہے
 اک طویل قصہ ہے مختصر کہانی میں
 خواہشیں سمندر ہیں ایک بوند پانی میں
 مجھ کو کیوں بنایا تھا سب سمجھ میں آیا ہے
 انتظار اپنا تھا انتظار اپنا ہے
 آدمی حقیقت میں خود سے پیار کرتا ہے
 اور اپنی خواہش پر جاں شارکرتا ہے
 ہر کوئی یہاں اپنا انتظار کرتا ہے ?

○

آنکھوں میں جب اشکوں کا سمندر نہیں ہوتا
 گردش میں لہو جسم کے اندر نہیں ہوتا
 جس شخص کی قسمت میں نہ ہو پیار کسی کا
 وہ شخص مفتڈر کا سکندر نہیں ہوتا
 بہتر ہے کہ غم دل کا کسی اور سے کہہ لو
 ہر شخص کے یہنے میں تو تھیں نہیں ہوتا
 دلکھ سب کی تجوری میں ٹپا رہتا ہے لیکن
 وہ شخص کا غم بھی تو برابر نہیں ہوتا

رخلمہ سا پکتا ہے کوئی دل کی نمیں سے
افلاک پر جب ایک بھی اخت نہیں ہوتا

یہ پیار ہے وہ شہر کہ جس شہر کی رہ میں
دیوار تو ہوتی ہے مگر در نہیں ہوتا

سیگد تو اُسی شوخ کے چکد میں رہا ہے
قمرت کے ستارے کا تو محور نہیں ہوتا

اس کی دہنسے پر نہیں جاتا
میں اگر اپنے گھر نہیں جاتا

جس کو الفت ہو اپنی منٹی سے
وہ کسی چاند پر نہیں جاتا

جو خدا پر یتین رکھتا ہے
وہ کبھی در بدر نہیں جاتا

صدیاں پل بھر میں بیت جاتی ہیں
عرصہ مختصر نہیں جاتا

جو ضمیر اپنا بیچ دیتے ہیں
اُن کے اندر سے ڈر نہیں جاتا

ہو جو انسان اپنے ساتھی کو
راہ میں چھوڑ کر نہیں جاتا

تو نے اُس کو بھلا دیا سید
ایسے جیسے سے مر نہیں جاتا

○
لے کر آنکھوں سے غمِ دل کے خزانے نکلا
اشک جب نکلاتے غم کے بہانے نکلا

میرے اطراف میں یادوں نے فضیلیں کھینچیں
جب ترے پیار کو دُنیا سے چھانے نکلا

آج کی رات بھی یاد اُس کی مجھے آئی بہت
آج کا دن بھی مرا پیش چرانے نکلا

آنکھ کا فور کسی عکس کا حتمانح نہیں
 توڑ کر رند سبھی آئندہ خانے نکلا

اک نیا درد میرے دل کے افتن سے دکھیو
لے کے ہمراہ کئی داغ پرانے نکلا

میں نے جس شخص سے قسمت کے ستائے مانگے
جب بھی نکلا دا بھجے ہاتھ دکھانے نکلا

رات نکلا تری محفل سے نشے میں ساقی
لے کے یادوں کے سمجھی دیپ سہلانے نکلا

خود شبِ ہجر کی ظلمت میں وہ رویا ہے عدید
خواب غفلت سے مجھے جو بھی جگانے نکلا

○

کبھی گلوں کا کبھی صبا کے خرام کا زیر بار ہونا
مرے لئے تو یہ ہے قیامت چن میں فصلِ بہار ہونا

کہا مجھے یہ بتائے کوئی کہ آنکھ دروازے پر گئی ہے
کہا نظر کی یہ زندگی ہے کسی کا بھی انتظار ہونا

عجیب ہے یہ جفا سے طرزِ دفا کا اک انتساب لکھنا
میں جسکی پچھیوں کا خوگہ ہوں اُس کے دل کا قفر ہونا

اگر زمانے کے ساتھ چلنے کی آرزو ہے تمہارے میں
تو اپنے اطفال سے یہ کہہ دو کہ کے خود ہی سوار ہونا

بیں جتنا منزل کے پاس جاؤں ہ اتنا ہی مجھ سے دُر بکھے
مرے مقدر میں ہی لکھا تھا فراز میں بھی آتا رہوںا

ہزار لمحے گزار کر میں وہ ایک لمحہ نہ بھول پا پا
مجھے تواب تک ہے یاد اپنا تری جقا پر شار ہونا

کہا رقیبوں سے ملنا جُلنا نہیں مناسب، تو اس نے ہم سے
کہا کہ سید عدید مشکل ہے بس تمہارا ہی یار ہونا

○

ستمگاب بچشم نم نہ ہو گا
مرے مرنے کا اس کو غم نہ ہو گا

ابھی چاہو تو دُنیا دیکھ لو تم
سدما تھوں میں جسام جنم نہ ہو گا

زمانے کے تغیر سے سُنا ہے
مجت کا یہ جذبہ کم نہ ہو گا

گلوں کے بوجھ سے ٹوٹے گی آخر
ہر اک وہ شاخ جس میں خم نہ ہو گا

فضیل وقت کی خلمت کا سایا
کسی کے دوش پر بہم نہ ہو گا

ہمیں کب مل سکے گی منزلِ جاں
اگر عزمِ سفنه باہم نہ ہو گا
یہ کیسا شور ہے گھر گھر میں سید
سُنا تھا اب کہیں مسلمان نہ ہو گا

بڑے دکھ ہیں مجہّت میں

بڑے دکھ ہیں مجہّت میں
مجہّت ذات کی تفریق سے آغاہ ہوتی ہے
مجہّت آرزو ہے حستجو ہے
مجہّت آدمی کی آدمی سے گفتگو ہے
مجہتِ حرفتِ اول ہے زمانے کے نصابوں کا
کتابوں کا
نظامِ روز و شب میں زندگی کے آئندہ خانے
مجہّت ہی سے روشن ہیں
درو دیوار ہر گھر کے

مجت کا سبق انسان کی تخلیق سے پہلے
کہیں تحریر ہو گا
اسی تحریر کی خاطر بشرطی کے ہاتھوں
بہت رسو اہل ہے
اکیلا میں نہیں ہوں
جسے دیکھو پڑیا ہے ہراساں ہے
ہر اک انسان دنیا میں کسی سے پیار کرتا ہے
اگر انہمار کرتا ہے
تو دنیا طعنہ دیتا ہے

اگر چپ سادھ لیتا ہے
تو خود وہ دوسروں کو پیار کا الزام دیتا ہے
مجت ہم نے کی ہے اور ہم اقرار کرتے ہیں
کسی سے پیار کرتے ہیں
ضروری تو نہیں ہم یہ بتائیں کون ہے وہ
ضروری تو نہیں ہم پیار کو رسو اکریں سب میں
فقط یہ بات کافی ہے ہمیں اس سے مجت ہے

.....

جسے ہم پیار کرتے ہیں اسے بھی کیوں بتائیں
ضروری تو نہیں ہے وہ بھی ہم سے پیار کرتا ہو
مگر کہنے سے ڈرتا ہو

اگر وہ پیار کرتا ہے
تو اس کے اپنے دکھ ہیں اپنی تھانی
ہمارے اپنے دکھ ہیں اپنی رسوائی
غرض انسان کی فطرت میں شامل ہے
یہ فطرت کا تعاضا ہے
حد اور رشک سے انسان کی تعمیر ہوتی ہے
کسی کے درد کو میں کیوں حد کی آنکھ سے دیکھوں
خوشی پر شک کرنا بھی کہاں کی عقلمندی ہے
مرے افکار کا ہر جز مجت ہے
اگر اجزاء سمٹ جائیں تو پھر یہ "کل" مجت ہے
مرے جذبات کا مسکن
مری اس شاعری کا فن
مجت ہے

مجت سے بڑی کوئی خوشی ہے اس زمانے میں؟

نہیں ہرگز نہیں ہے
محبت سے بڑا کوئی نہیں ہے دکھ زمانے میں
بڑے دکھ ہیں محبت میں
ہوا میں آئئے تنصیب کرتا جا رہا ہوں
میں اپنے درد کی ترتیب کرتا جا رہا ہوں
کتابِ زندگی تکمیل ہوتی جا رہی ہے
نصابِ شوق کی تکمیل ہوتی جا رہی ہے !

○

ترے تخیل میں ایسے گزر اہر ایک لمحہ عذاب جیسا
شبِ الہم میں سحر کا منظر لگے ہے مجھ کو سراب جیسا
کہ اس فرہتے نظر کی مستی میرے لئے بھی سنبھال کر فنا
جسے بھی دیکھا ہے آنکھ بھر کر ٹھوا ہے نشہ شراب جیسا
مرے نگر میں کسی کو اب تک سکون کی شب کہاں میسر
یہاں پہم نے گزار دیکھا ہے دن تو رو ز حساب جیسا
کسی کی شب کو ضیا نہ سختی ترے جلوکی تجلیوں نے
نگر میں خلمت کا سایا ایسے ہے تیرے نخ پر نقا بیسا

بیوں پتالے رگا لئے ہیں کہ میں تو مجھ سے نہ بدمان ہو
کہا یہ تو نے تو کیا بنے گا سوال کیا ہے جواب جیسا
گزر رہا ہے بغیر تیرے یہ وقت کتنا گراں ہے مجھ پر
یہ زندگی ہے فریب جس میں ثبات بھی ہے جاب جیسا

ہزار نامے لکھے ہیں اس کو مگر نہ کوئی جواب آیا
اسی نئے تو لکھا ہے میں نے خط ایک اسکو جو جاتا
عندید افناہ کہنے والوں نے چاند اسکو کہا ہے لیکن
خود اپنی آنکھوں سے کس نے دیکھا حسین چہرہ کتاب جیسا

○
خواب دلکش تھا مگر وقتِ سحر ٹوٹ گیا
جیسے طوفان میں کوئی برگِ شجر ٹوٹ گیا
پہلے ناچاقی بڑھی دُور ہوئے دل دل سے
اک غلط فہمی سے پھر سارا ہی گھر ٹوٹ گیا
آج ہے دل کی تمنا کو لگی ٹھیس ایسے
شیشہ جاں کو بچایا تھا مگر ٹوٹ گیا
کھو گیا حسنِ ترا وقت کے پہلو میں کہ میں
تیرے جادو کا جو مجھ پر تھا اثر ٹوٹ گیا

اتنی ظلمت ہے مجھے یہ توبادے تو فلک
تیرے دامن سے کہاں آج قمر ٹوٹ گیا

بیتی راول کے جگر سوختہ خوابوں کی طرح
دل کی ٹہنی سے کوئی اور ثمر ٹوٹ گیا

دل کوئی کپنج کا یرن تو نہیں ہے سید
یہ ملے گانہ کمیں سے بھی اگر ٹوٹ گیا

○

کہا ہے کس نے کہ ہم پرستم نہیں ہوتا
یہ اور بات کہ اب غم بھی غم نہیں ہوتا

یہ اطمینان بظاہر تو ٹھیک ہے میسا
قرار دل کو تمہاری ستم نہیں ہوتا

یہ دُگ کہتے ہیں ہر غم کا وقت مر ہم ہے
تو کیوں یہ درد کسی طرح کم نہیں ہوتا

لگھ کیا نہ کبھی ہم نے ابِ مریم سے
دہ دُگ ہم کو لگا بے کہ دم نہیں ہوتا

یہ کیا ستم ہے کہ انکھوں سے بہتے پانی میں
روانی ایسی ہے اب زیر و بم نہیں ہوتا
وہ کیا بتاتے گا منزل کسی مسافر کو
کہ جس کی آنکھ میں نقشِ قدم نہیں ہوتا

عَدَيْد سر کو جھکتا تاہوں تو سبب یہ ہے
وہ شاخ ڈٹتی ہے جس میں خم نہیں ہوتا

○

جب کبھی اس بُت کے کچے میں سو بُر دیکھنا
ایک لمحے میں کئی پہلو بدل کر دیکھنا

اب کبھی دھوکہ نہ کھانا دوستی کے نام پر
آستین میں کتنے لوگوں کے پیں خبز دیکھنا

جب کبھی فرصت ملے کارِ زمانہ سے تمہیں
آجھو پر چاند کے ڈھلنے کا منتظر دیکھنا

زندگی تو کیا ہے سب کچھ چھوڑ دوں تیرے لیئے
تو فدک کے پار مجھ کو یاد کر کے دیکھنا

عہدِ نادانی میں جو میں نے اُجھالا تھا کبھی
ایک دن مجھ پر ہی گرنا ہے وہ پتھر دیکھنا

منزل میں خود چل کے آجائیں گی میرے رُوبُرُو
مجھ کو چاہے تو سمندر میں بہا کر دیکھنا

وقت کے ساحل پہ ماضی کے سمندر میں کبھی
خاک میں کتنے نہاں ہوتے ہیں گوہر دیکھنا

قتل گاہوں میں جو کوئی تجھ کو ہنس نہیں کر سکے
اسکو تو سیدِ ہبیشہ سب سے بہتر دیکھنا

○

انکھ میں دشتِ مرے پاؤں میں چھالا دے کر
خوب رویا وہ مجھے دیس نکالا دے کر
اس کی تسبیح کا حل کوئی بتائے مجھ کو
میری ناکامِ محبت کا حوالہ دے کر

لوگ دیوارِ اندھیرے کی اٹھائیں گے ضرور
مجھ کو بیسنائی تجھے چاند کا ہالہ دے کر

تجھ کو اندازِ محبت کے سکھائے ہی نہیں
دلِ مجھ رب نے ترا چاہئے والا دے کر

دل کے دروازے کو زنجیر کیا ہے ہم نے
آنکھ کو صبٹ کجھی ہونٹ کو تالادے کر

لکھنچ لی اس نے زیں یوں مرے قدموں سے عید
چھوڑ دے جیسے کوئی شخص سنبھالا دے کر

نام لکھ دیتی ہے پانی پہ ہوا اس کا عید
ڈوب جاتا ہے جو کشتی کو اچھا لادے کر

اختیار

مستقل درد آرزو کے سراب

ابتداء را نہیا سے ملتی ہے

ایک موسم ہے پیار کا موسم

اور اس میں خوشی بھی کم کم ہے

ایک موسم ہوس پرستی کا

اس میں مسحور ایک عالم ہے

زندگی کے طویل رستے میں

خواہشون کا نظام درہم ہے

خواہشیں روح کی امانت ہیں

پیار ان خواہشوں کی اصل اساس

اور ہوس جسم میں مقید ہے
جسم انسان تو نہیں ہوتے
لوگ نادان تو نہیں ہوتے
سب سمحتے ہیں پیار کا مطلب
پیار تو جسم سے نہیں ہوتا

جسم پر اختیار ہوتا ہے
پیار بے اختیار ہوتا ہے !

○

ہوتا ہے تیری یاد میں جب بے قرار دل
کرتا ہے تیرے ہجر کے صدمے شمار دل
یار ب یا آرزو کی صلیبیں ہیں یا شجہ
لٹکے ہیں اس چن میں سر شاخ سار دل

اللہ تو بہ توبہ پھر کرنے کی کیا مجال
کرتا ہے جب اٹھا کے نظر وہ فگار دل

ایک دوسرے سے دونوں کو خطرہ ہے آج بھی
میرا شکار دہ ہے تو اس کا شکار دل

آنکھیں تو انتظار میں پتھر کی ہو گئیں
کرتا ہے آج تک بھی ترا انتظار دل

سُوچ کے سامنے ہے دیا، غم جُدائی کا
کرتا ہے جب شمار غم روزگار دل

اپنی طرف سے جیت گیا ہے مجھے وہ شخص
لیکن یہ ہار جب ہے کہ مانے یہ ہار دل

وہ شخص میری پہلی محبت نہیں عَدید
ٹوٹا نہیں ہے آج مرا پہلی بار دل

○

اُس رکھتا ہے ہم کو بہار کا موسم
تم آدم کے گزاریں گے پیار کا موسم

عجیب لڑکی ہے کچا گھڑا اٹھاے ہجتے
چلی ہے دیکھنے دریا کے پار کا موسم

یہ خشک پیر کئی دن سے پوچھتا ہے مجھے
بدل گیا مرے قرب و جوار کا موسم

کسی نے برف کی چادر بچھا دی پانی پر
نظر میں قیاد ہوا آبشار کا موسم

یہ آرزو ہے کہ ٹوٹے طسم لوث آئے
گئی رتوں کے فنسوں سے فرار کا موسم

مکمل ہے ہیں جو امان دل میں تھے میر
بدل رہا ہے دل بے قرار کا موسم

عَدِيد زخمٍ تِرے دل کے بھر گئے ہیں تو کیا
پھر آرہا ہے گلوں پر سخوار کا موسم

زمانے بیت گئے ہیں عَدِيد آنکھوں میں
”مُحْبَر گیا ہے تِرے انتصار کا موسم“

چراغ درجلا تے ہیں رو تے جاتے ہیں
تمہارے شہر میں آتے ہیں رو تے جاتے ہیں

وہ چاند شخص کہیں روشنی میں ڈوب گیا
ہم اپنا ہاتھ ہلاتے ہیں رو تے جاتے ہیں

شحر مقیم پرندے جب آکے کھڑکی میں
ہمارے درد جگاتے ہیں رو تے جاتے ہیں

تمہاری یاد کے پنجھی کو دل کے پچھے میں
اسیکر کر کے اُڑا تے ہیں رو تے جاتے ہیں

کبھی کبھی تو خیالوں میں اپنے کانہ سے پر
ہم اپنی لاش اٹھاتے ہیں روتے جاتے ہیں

دل آتے پہلو کا عجیب مصرف ہے
ہم ایک شکل بناتے ہیں روتے جاتے ہیں

ہمارے رونے پہنچتے ہیں وہ تو یوں ہی ہی
ہم ان کو ادھساتے ہیں روتے جاتے ہیں

یہ حرف حرف بکھرا ہوا خیال اُس کا
کبھی جو ذہن میں لاتے ہیں روتے جاتے ہیں،

تمہاری یاد کے آسیب رات پچھلا پسہ
ہمیں گلے سے لگاتے ہیں روتے جاتے ہیں

ہوں نصیب زمینوں کے سنگ میں عدید
ہزار دام بچھاتے ہیں روتے جاتے ہیں

عَدِيدُ عُشْقٍ فَنَّ دِيَانَهُ كَرِدِيَا هُمْ كُو
كُسِيَ كَسَمَنَهُ جَاتَهُ ہِيں رُوتَهُ جَاتَهُ ہِيں

هُمْ اسَكَنَى دِرَتْ شَنَاسِيَ كَمَعْرُوفٍ ہِيں عَدِيدٌ
سوَانِيَا ہَا تَهُدَ دَكْهَاتَهُ ہِيں رُوتَهُ جَاتَهُ ہِيں

فَقْهِ شَہر سے جب اخْلَافَ کرتا ہُوں
تو سارے شہر کو اپنے خلاف کرتا ہُوں
تِرے صَمِير سے بَجَھَ کو سَذَالِیٰ تو ملے
تِرَا گناہ میں دل سے معاف کرتا ہُوں
تماری ذات کو تسلیم کرنے سے پہلے
میں اپنی ذات سے بھی انحراف کرتا ہُوں
بس ایک جہدِ مسلسل ہے کائنات اپنی
سو اپنی رُوح کے اندر شکاف کرتا ہُوں

میں اپنے قاری کو مشکل میں ڈالتا ہیں
جو بات کرتا ہوں میں صاف صاف کرتا ہوں

پرانے درد مرے دل میں راز ہوتے ہیں
سور و ز خود پہ نیا اکشاف کرتا ہوں

میں چاہتا ہوں مرے دوست پر نہ حرف آئے
سواس کے جنم کا میں اعتراف کرتا ہوں

ترے غنوں کی عِراقت سے دل کے شیشے کو
شبِ فراق میں اکثر میں صاف کرتا ہوں

میں اپنی سوچ کا حسِ ام باندھ کر سید
کسی کے نقشِ قدم کا طواف کرتا ہوں

عدید سوچ کے آنکن میں بیٹھ کر تھا
میں رات نایاب سحرِ اعْتکاف کرتا ہوں

مرے نگر کی ہوا بہار کے دن ہیں
کوئی فنا نہ سنا بہار کے دن ہیں

بدن کے چھوٹے ہیں ایسے موسم میں
کوئی تو زخم لگا بہار کے دن ہیں

تمہارے مس سے دل کی کلی چکتی ہے
کلی کو پھول بناؤ بہار کے دن ہیں

ستاہے ایسی رتوں میں گناہ ہوتے ہیں
مرے قریب نہ آؤ بہار کے دن ہیں

قفس میں آئی ہے سیکر پایام باہد صبا
اسی رو دار پہ جاؤ بہار کے دن ہیں

دہ قم کو چھوڑ کے تنہا چلا گیا ہے مگر
تم اس کو ڈھونڈ کے لا د بہار کے دن ہیں

وہ عہدِ مااضی کو دانتہ بھول بیٹھا ہے
تم اُس کو یاد دلا د بہار کے دن ہیں

اگر ہوا بہر تو برسو مری زینوں پر
اگر گھٹا ہو تو چھاؤ بہار کے دن ہیں

پھر کے نرم کلانی کو پیار سے سید
تم اُس کو روکو مناؤ بہار کے دن ہیں

دیکھتے کب وہ غریبوں پر نظر کرتے ہیں
جن سے ملنے کی دعا وقت سحر کرتے ہیں
وہ اندازی ہے اندازی پر بھروسہ کیسا
معرکہ عشق کا ہم آپ ہی سر کرتے ہیں
دشتِ امکان میں کسی بھولے سافر کی طرح
چل کر اب یار کے کوچھ سے گزر کرتے ہیں
ہم یہاں دور کہیں وہ بھی پریشان ہوں گے
ان سے ملنے کو چلو رختِ سفر کرتے ہیں

کیسے ممکن ہے کہ ناکام رہیں اس میں بھی ہم
جہد جس کام کی ہم بارِ دگر کرتے ہیں

وگ حیثت سے دبایتے ہیں مُنه میں انگلی
جب تھی یांتھ کو ہم دستِ ہنر کرتے ہیں

عین ممکن ہے کہ رکھ لے وہ تمنا کا بھرم
چل عدید اسکو محبت کی خبر کرتے ہیں

تم عَدید اپنے ہی دکھ دَر دیلے چرتے ہو
حسن والے بھی مصیبت میں بسر کرتے ہیں

ہم تو تمہارا غم کرتے ہیں

سر کو جھکا کر دیکھ لیا ہے
اب ہم دل کو خم کرتے ہیں

دُنیا والے اس دُنیا میں
دل والوں پستم کرتے ہیں

آنھیں پسخ کر اپنی سید
دل کو جامِ حجم کرتے ہیں

| دل بخوبی سے ساف ہے
| خوشبو کی سہبِ حرم رہے
| شام عزیزیاں باداں گھوڑے
| اور یہ سینِ حامِ رکنِ سر

○
ہم جو تمہارا غم کرتے ہیں
درد کی شدت کم کرتے ہیں

پھر انھی سے چشمہ پھوٹا
پیاسے ہیں زم زم کرتے ہیں
جبونِ دان بہت مشکل ہے
پھر بھی کہو تو ہم کرتے ہیں

مشکل وقت پڑے تو انساں!
ردتے ہیں مقام کرتے ہیں

وقت

وقت انسان کے حالات بدل دیتا ہے
میں تجھے پہلے سا ب پیار نہیں دے سکتا

جب برا جسم کڑی دھوپ سے شل ہو جاتے
وقت مجھ سے تے سانسون کی حرارت مانگے
اب مرے بس میں نہیں لوٹ کے آنا، اس پر
زندگی تجھ کو بدلانے کی صفائت مانچے
میں نے ہاتھوں کی لکیریں کو بدل ڈالا ہے
ادر تو مجھ سے وہ پہنی سی محبت مانگے

مجھ کو یہ صدر کہ تجھے دل سے بدلایا جائے
پر ترے حُسن کا آنکھوں سے زمایا جائے

میرافن بھی ہے ادھر امری خواہش کی طرح
تیرے پیکر کو نہ شیشے میں آتا را جائے
عقل کرتی ہے تجھے جیت ہی لوں میں، لیکن
دل یہ کتنا ہے ترے پیار میں ہارا جائے
اس سے پہلے کہ زمانہ تجھے رسو اکر دے
سلکے جب نام ترا مجھ کو پھکارا جائے
میں ترے شہر سے کترا کے گزر جاؤں گا
مجھ کو معلوم نہیں پھر میں کدھر جاؤں گا

اپنی قسمت کا مجھے کوئی ستارہ نہ ملا
میں نے افلاک پر بختے ہیں تارے دیکھے
نقح کے نکلے ہیں نظم سے یعنی نیکن
ڈوٹتے لمبوں میں دریا کے کنارے دیکھے
تیری یادوں کے بھنوں سے جو میں نکلا باہر
زندہ رہنے کے کئی اور سہارے دیکھے
اب نہیں فکر مجھے پار لوگوں یا ڈولوں
پر تری یاد کے صحرا سے نکل کر دیکھوں

بے خودی ہوش میں آنے نہیں دیتی مجھ کو
میں نے آنکھوں سے تری جام پا ہے اکثر
مجھ کو معلوم نہیں لوگ یہی کہتے ہیں
میں نے ہر غم میں ترا نام لیا ہے اکثر
میں ترے غم کو خشی اپنی سمجھ بیٹھا ہوں
پرمجھے تو نے بھی دھوکہ ہی دیا ہے اکثر
اب تری یاد مری آنکھ کی حست بھی نہیں
مجھ کو اس وقت ترے غم کی ضرورت بھی نہیں
وقت انسان کے حالات بدلتا ہے
میں تجھے پہلے سا اب پیار نہیں درکتا

○

اس دل پر مجست کا اثر دیکھ رہا ہوں
بیٹھا ہوں اندھیرے میں سحر دیکھ رہا ہوں
اک شخص کی تصویر، میں پانی پر بن کر
اب آئنے میں عکسِ نظر دیکھ رہا ہوں

جا پہنچے ہیں منزل پر سمجھی قافلے والے
اک میں ہوں کہ جو رخت سفر دیکھ رہا ہوں
پروردہ نظارے ہیں سر زخم نگاران
اس دشت میں بیٹھا ہوا اکھر دیکھ رہا ہوں

پہلے ہی یہ غم کم نہ تھے ظلمت کے افتش پر
غم تیراستاروں میں قمر دیکھ رہا ہوں

ایسا تو نہ تھا حال چمن زاروں کا پہلے
بے بُگ و مر سارے شجر دیکھ رہا ہوں

اجازِ محبت نے سماعت کو دی آنکھیں
زنجیر ہے آوازِ حسرہ دیکھ رہا ہوں
الد نے سید یہ کرم مجھ پر کیا ہے
ہر سمعتِ محبت ہے چدھر دیکھ رہا ہوں

○

زمانے کو دکھانے کے لئے سہتا ہستا ہوں
مگر جب مسکرا ہوں تو غم سے ٹوٹ جانا ہوں

چلو مل کر محبت سے دفاتحیم کرتے ہیں
تو مجھ سے پیار کر جتنا میں تجھ سے پیار کرتا ہوں

ہواوں میں محل تعمیر تو میں کرنے سین سکتا
مگر ساحل پر خوابوں کے گھروندے تو بناتا ہوں

فضیلِ وقت پر جب ظلم کی تصویر بنتی ہے
میں اپنے ہاتھ سے اپنے کفن کے تار بُنتا ہوں

اے نادان صندھی نہیں ہے دوستی کیسی
تم آتے ہوا بھی میں یو مجھے جانا ہے چلتا ہوں

تلی دل کو دیتا ہوں میں لفظوں کے تغیر سے
کبھی وجہت جاتا ہے کبھی میں ہار جاتا ہوں

مجھے اس شہر میں بیس دناروں لوگ ملتے ہیں
کسی کو یاد رکھنا ہوں کسی کو محبوں جاتا ہوں

○

میں حریص بطفت بہار ہوں مجھے زعم پاسِ دفانہیں
مجھے خدیدے پیار کے نام سے مری نفرتوں میں ریا نہیں

تزاصل تیرے فراق سے میں یہ جاتا ہوں جُدا نہیں
ترے ہجھیں جو قرار ہے ترے وصل میں وہ مزہ نہیں

تجھے ہے خمرے چارہ گمراہے درد کی تو دوانہیں
مگر اتنی بات ضرور ہے کوئی دوست تیرے سوانہیں

کہو کیسے کافی گذشتہ شب سرینہم مجھ سے یہ پوچھنا
کہ خیال میری شکست کامراہے راز داں کو ذرا نہیں

مرے سامنے میری تلخیوں کے تو روزِ دشہ کا حساب کر
یہ چراغِ وقت کی روشنی میری ظلمتوں کا صلہ نہیں

کہاں حُسن و عشق کا مرحلہ کہاں دوستی کہاں دشمنی
چلو اک میں رسم و فاسدی مگر اک میں میری خطاں نہیں

تری بات پر تو عدیداب مجھے پسح ذرا بھی لقین نہیں
چلو پل دوپل ہی سکون ملے میری زندگی جو سزا نہیں

○

سید عدید شرنتے پیں کتاب میں
اک نام ہے پرانا مگر انتساب میں

ساقی میری نظر میں یہ جلوے کہاں کے پیں
کہتا ہوں دل کی بات مگر اک جواب میں

دیکھی ہے میں نے جیسی ضیا اس زمین پر
ملتی نہیں ہے ویسی چک آفتاب میں

جانا ہوں اس خیال سے اسکی گلی میں روز
جیسے وہ میرے دل کی کہے گا جواب میں

ہم کیا بُرے ہیں ہم کو خوشی میں ملنے میں
کہتے ہیں لوگ ملتی ہے راحت عذاب میں

کچھ قفس تک آئے گی کیسے عذیب اب
خوشبو کو رکھ لیا ہے ہوانے نصاب میں

میں سوچتا ہوں کیسے ہونی منتقل عذیب
میرے شکستہ دل کی تپش آنتاب میں

آج غم سے پریشان بھی لوگ ہیں
اپنے حالات پر ماننی لوگ ہیں

مجھ کو تیراپتہ کون بتائے گا
ہرنئے موڑ پر اجنبی لوگ ہیں

جن کے ہمسارے میں بچے بھوکے ہیں
ایسے بھی اس نگر میں سخنی لوگ ہیں

جن کی سوچوں پر وحشت مسلط ہے
سب کے دشمن یہاں پر وہی لوگ ہیں

تیری بخرا زمینوں پہ بستے ہیں جو
آسمان کی دھنک روشنی لوگ ہیں

گھر کی خلدت نے دونوں سے مانگی صبا
تو مر اچاند ہے چاندنی لوگ ہیں

ان کی کشتی کو ساحل خوشی کا طے
غم سمندر میں جو کاغذی لوگ ہیں

مجھ کو سید سعیجی جاں سے پیاکے لیں
میری دُنیا میں بختنے دکھی لوگ ہیں

احساس

ہیں نے اک نام سُنا
اور محسوس کیا
نام، وہ نام مرے ذہن کے دل پر ہے رقم
اور اک خواب بنا
اجنبی شکلِ مری آنکھ کے قل پر اُتری
اپنی یادِ داشت کے اور اق پڈٹ کر میں نے
دل کے مرقوم بھی کھاتوں پہ جب غور کیا
اور پھر غور کے بعد
یاد سے ہار گیا
پھر شعورِ لب اور اک پہ درستک اُتری

چشم پر عکس ہوا
کون ہے کون؟ دیاں کوئی نہ تھامیرے سوا
سوچ مصلوب ہوئی
حروف منصور ہوتے
کرب جب عدد سے بڑھا
میں نے تحریر کیا کرب کی پیشانی پر

ضبط جب آنکھ میں آنسو نہیں آنے دیتا
درد احساس کی شدت سے چخن جاتا ہے

○
کل تک جس کے نام کے چپے تھے اونچے ایوانوں میں
پھرتا دیکھا ہے اُس کو بھی میں نے ان دیرانوں میں

آج ہو اندر ہوئی تو یہ محبُّ کو معلوم ہوا
شاہیں کیسے در آتا ہے اک کرگس کی اڑاؤں میں

کس نے ان کبساوں کا سر چھوڑ دیا ہے تیشے سے
لکھنے پڑھمیں نے دیکھے ڈوبے سخت چٹاؤں میں

دیکھ لے دل کے دروازے پر خاہش کا انبار رکا
ایک ترا ارمان بھی ہو گا شامل ان ارمانوں میں

جب سے آنکھوں میں تیرے خواب نہیں
بھرا اور وصل کا عذاب نہیں
جو بھی چاہے وہ اپنا نام لکھے
اس کھانی کا انتساب نہیں
میں نے اس سے کہا محبت ہے
اُس نے ہنس کر کہا جتاب نہیں
شمع جلتی ہے رات بھر میکن
دل کے جلنے کا کچھ حساب نہیں

○

اب کے ہر دفا کے قصے خوشیوں سے محروم ہوئے
خار سجائے جاتے ہیں اب چاہت کے گلدازوں میں

شمع تو جلتی رہتی ہے پر یہ اس کو معلوم نہیں
کیسی وحشت ہوتی ہے شب ہوتے ہی پروانوں میں

ایک طرف ہے میری محبت جس کا کوئی مول نہیں
ایک طرف ہے وحشت میری اپنوں میں بیگانوں میں

کچھ لوگوں نے شکوہ کر کے اس کا بستیم کیا
کچھ لوگوں نے کفر کیا ہے خواہش کے بخانوں میں

ہم نے مید سوچ بیٹھ کر بادہ کشی کو ترک کیا
لوگ بہت کم طرف چلے آتے ہیں اب سے خانوں میں

وقت کیسے کٹے گا پھر ساتی
مے کدے میں بھی تو شراب نہیں
آپ کے ظُلم کی مثال نہیں
آپ کے حُن کا جواب نہیں

ہر قدم پر گمان ہوتا ہے
راہ میں اب کوئی سراب نہیں
گھر میں پردہ ہے حُن والوں کا
گھر سے باہر کوئی جا ب نہیں
پار جاؤ عَدید لوگوں سے
ان کا فن وجہ اکتساب نہیں



○

خزان گزیدہ ہوتے برگ و گل بھر جائیں
جب اضطراب ہے دامُم تو کیوں نہ مرجائیں
یہ میزبانی مرے بس میں اب نہیں عنص کی
مُہر گئے ہیں جو دن آکے اب گزر جائیں
میں جن پر تکیہ کئے بیٹھا ہوں زمانے سے
دو میرے سامنے جب آیں ہاتھ کر جائیں
اب اپنے گھر میں ہیں تو دشت کھینچتا ہے ہمیں
جب اپنے دشت میں تھے آرزو تھی گھر جائیں

مری خوشی کو جو مسذول کر گئے اُن سے
کبھی کہو کہ مرا غم بحال کر جائیں

تمارے پیار کا افسانہ سن لیا ہم نے
کہو تو اس میں بھی ہم اشک رنگ بھر جائیں

عدید ایک دعا نندگی کا حاصل ہے
خدا کمرے کے مرے دل کے زخم بھر جائیں

○

مانا کہ تیرے شہر میں بدنام بہت ہیں
ناکردار گناہوں کے بھی الزام بہت ہیں

اب کیسے بننے کوئی بھی توحید کا داعی
ہر گمام پر بہکانے کو اصنام بہت ہیں

پچھوں کو چرچے ہیں یہاں سب کی زبان پر
پچھوں کو تیرے شہر میں گمنام بہت ہیں

لخش ہے اگر مجھ کو تیرے ظلم و ستم سے
سائے میں تری زلف کے آرام بہت ہیں

اب ہوگی سحر کیے شبِ غم کی مرے دوست
غم چاروں طرف اب کے سرِ شام بہت ہیں

اب کیوں کریں تدبیر فقط ایک نظر کی
اب جلوے پری وش کے سرِ عالم بہت ہیں

ہر شخص فدا وقت کی تنوریہ پہ سید
رادھا ہے یہاں ایک مکھ شام بہت ہیں



منزل نلاشنسے کا ارادہ ہے دوستو
ظلُّمت دیار فور کا جادہ ہے دوستو

اب دل میں کیا ہے اس کی نہیں ہم کو کچھ خبر
وہ شخص دیکھنے میں تو سادہ ہے دوستو

بیششے کے آنکھیوں میں جامِ سفال میں
جتنا ہے ظرف اتنا ہی بادہ ہے دوستو

اس بار بادشاہ کا بچنا محسال ہے
دستے میں اس کے ایک پیادہ ہے دوستو

میں زندگی سے بار کے یہ راز پا گیا۔
نقصان میں بھی ایک افادہ ہے دوستو

یہ تو کہیں وہ یکسے یہ تخلیق ہو گئی
بہتے ہیں کائنات جو مادہ ہے دوستو

سُوچ کی روشنی جو چمن میں نہ آ سکی
ہر سو فضیل شب کا بادہ ہے دوستو

سید کے مُسکرانے سے دھوکہ نہ کھایتے
ڈکھ بھی تو اس کو حد سے زیادہ ہے دوستو

روزگار

جو مجھ سے مل کے بچپڑنے کو پھر ترسی ہیں
گئے دنوں کی وہ یادیں متاع ہستی ہیں

یہ اور بات کہ گلشن خزاں کی زد میں ہے
شجر تو خون سے سینچے اُاس موسم نے
یہ تیرگی میں اجاءے تلاش کرنا ہوں
پیام صبح دیا ہے اُاس موسم نے

تجھے بجلانے کی کوشش تو کی بہت لیکن
مرے نصیب کا حاصل رہی مری الجھن

مجھے وہ وقت بہت یاد آ رہا ہے کہ جب
 تو میرے شانے پر زلفیں بخیر دیتی تھی
 تمام عمر مرے نام تو نے لکھ دی ہے
 چھپا کے ہاتھوں میں چہرہ یہ بات کتنی تھی
 مرے وجود سے پہلے جو اکیا مجھ کو
 پھر اس کے بعد بتا کیوں بھلا دیا مجھ کو
 قدم قدم پر بھپڑنے کا خوف تھا تجھ کو
 ہر ایک بات تری مجھ کو یاد آتی ہے
 مگر یہ بات حقیقت ہے کون جھٹلاتے
 خوشی عنوان کے تلاطم کے بعد آتی ہے
 خزان اگر ہے چمن میں بہار سے پہلے
 تو اضطراب ہے لازم قرار سے پہلے
 جو تیرے نام سے منسوب کر دیئے میں نے
 گئے دنوں کے وہ لمحے میری تلاش میں ہیں
 جو مجھ کو چھوڑ کے تھنا گزر گئے آگے
 وہی تو مجھ سے بھپڑ کر میری تلاش میں ہیں
 مگر مجھے کسی منزل کی جستجو ہی نہیں
 ترا وصال مرے دل کی آرزو ہی نہیں

بدل گیا ہے زمانہ تو کیوں نہ بدلوں میں
 مجھے بھی اہل زمانہ کے ساتھ چلتا ہے
 جو آفتاب اُبھرتا ہے آسمانوں پر
 اُسے اُفق میں کسی شام کو تو ڈھندا ہے
 گزر گیا جو زمانہ اُسے بھولا دینا
 کبھی نہ لوٹ کے مجھ کو تو اب صدا دینا
 سحر سے شامِ الہ کی اواسیاں کم ہیں
 سمجھی کو فیض ملا ہے یہ آنکھ کے فم سے
 یہ بات کھل کے عیاں ہو چکی ہے اب مجھ پر
 غم زمانہ جسیں ہے صنم ترے غم سے
 جسے خزان سے ہو وحشت اُسے بہار ملے
 میری طلب ہے مجھے اب کے روزگار ملے

بدل اندازِ ستم، اور سزادے مجھ کو
خرمنِ عمر ہے کیا آگ لگادے مجھ کو

تراسائل ہوں ترے در پر صد ادیا ہوں
میرے ساتھی سے خداوند املا دے مجھ کو

ٹوٹنا، ٹوٹ کے بن جانا مقدر تو نہیں
وائی کردے مجھے ایسی فنادے مجھ کو

میرا غم بھی ہے اسی کا یہ خوشی بھی اسکی
میری خاموشی کا چاہے نہ صلدے مجھ کو

بھر دیے وقت نے سب چاک بدن کے لیکن
درد کم ہونے کے زخم نیادے مجھ کو

مردنی تاب و تواں چین کے لے جاتی ہے
بے مردّت تو میسا ہے دوادے مجھ کو

میں بھرم کیسے رکھوں تازہ محبت کا عدید
میرا ماضی کسی جنت سے صدائے مجھ کو

مخت کا ہو گا اثر چکے چکے
اُٹھے گی وہ قاتل نظر چکے چکے

لیوں پر شکایت نہ لایا کبھی . جو
وہ روتا رہا عمسہ بھر چکے چکے

زمانہ کہیں اُس کو رُسوائے کر دے
تو اس کی گلی سے گزر چکے چکے

خبر کب ہوتی با عنان کو چمن کی
اجڑتے رہے ہیں شجر چکے چکے

زمانے میں چرچا ہوا ہوتے ہوتے
ہوا عشق پر معتبر چکے چکے

چھپا ہے زمانے کا عالم بس اسی میں
فانہ یہ کہنا مگر چکے چکے

رہا منتظر اس بھرجن کا سید
وہ آتے تھے وقت سحر چکے چکے

ہر شخص ہی اس شہر کا ب شعلہ بجاں ہے
دل میں ہے لگی آگ تو آنکھوں میں دُھواں ہے
وہ سادگی وہ بھول سے چہروں کا تبسم
کلیوں کے چلتکنے کا وہ انداز کماں ہے
اشعار وہی اپھے ہیں اوصاف میں جن کے
جنذبات کی شدّت ہے تخیل ہے زیاب ہے

بے وجہ کسی بات پ کیوں کان دھریں ہم
اب کون یہاں گوش برآ داڑے سگاں ہے

اُس وقت کی اُمید پ کیوں زندہ رہوں ہیں
جس وقت کے پھلو میں مجھے خوفِ زیاب ہے

احساسِ مرے جسم کو یوں چھوڑ گیا ہے
معلوم نہیں دل ہے کہاں درد کہاں ہے

اوہ کہ کبھی جا کے اُسے دیکھ ہی آئیں !
کہتے ہیں ستاروں سے پربے اور جماں ہے
تجید کا داعی تو سیہجت ہے سید
جو عمر بچی باقی وہ اب وقفِ بتاں ہے

دل دھڑکتا ہے کہ وہ تک ہے تری یا دوں کی
کیوں ترا پیار نہ اس دل سے نکالا جائے

لوگ جس شہر سے آتے نہیں واپس جا کر
اب وہاں کوئی ترا ڈھونڈنے والا جائے

جو مجھے دل نے کہا میں نے بتایا تم کو
اب مری بات کو اتنا نہ اچھا لالا جائے

کل جسے دل میں بسانے کے لیے پھرتے تھے
اب کسی طرح اُسے دل سے نکالا جائے

ہم عدید اب کے دفادرانہیں ہیں اپنے
ہم سے اک درد بھی اب دل میں نہ پالا جائے

چل میںیوں کے طسماتی زمانے سے عدید
کچھ محبت کے لئے وقت نکالا جائے

ہوس گل کو محبت سے نکالا جائے
سب کو اک پیار کے سانچے میں نہ ڈھالا جائے

ایک حسرت نے مری سوچ کو آتش دی ہے
کاش اس شہر کے ہر گھر میں اجلا جائے

اس کی یادوں نے مرے دل میں دربانی دی ہے
ہم کو اس آگ کے دریا سے نکالا جائے

لاکھ ہکتے ہیں پہ سنا نہیں ظالم کوئی
تم کہو کیسے اب اس دل کو سنبھالا جائے

پھر مجھے وقت کی آواز سنائی دی ہے
آج کا کام کیمی کل پہ نہ ٹالا جائے



جو تو نہیں ہے تو میرا ہمدم زمانے بھر پیں کہیں
مری نظر کا مجھہ ہے کہ تجھ سے کوئی حسین نہیں ہے

تمُ اس کی ہر اک خطا کا مجھ سے حساب کیوں مانگتے ہو لوگو
وہ میرا محبوب ہے یہ بیچ ہے مگر میرا ہم نشین نہیں ہے

کڑے سفر کی تھکن سے اب تک بدن مرا ٹوٹا ہے یارب
میں وہ مسافر ہوں جس کی منزل کسی نگر میں کہیں نہیں ہے

قدم کی رژش نے ہر حقیقت بیان کر دیا ہے اُسکے دل کی
نظر چرکے گزر گیا وہ مگر ارادہ متین نہیں ہے

تمارے دل میں بسا ہے کوئی بڑے نفیبوں کی بات ہے یہ
ہمارے دل کا نہ عال پوچھو مکان تو ہے میکن نہیں ہے

امیر ہے تو ہے انتہا کا غریب ہے تو ہے انتہا کا
کہیں نہیں آسمان اوپر کہیں پہ نیچے زمین نہیں ہے

یہ دکھ نہیں ہے زمانے والے مری وفا کو فریب سمجھے
میں جس سے کرتا ہوں پیار سید اُسے بھی میرا قیں نہیں ہے

شِ فرقت کی ظلمت کو ضیا دینے کے کیا معنی
جو شعلہ جل جھا اُس کو ہوا دینے کے کیا معنی

خدا غوش رکھے مجھ سے وقت رخصت کہہ گیا کوئی
جو پوری ہو نہیں سکتی دعا دینے کے کیا معنی

جسے تم سے بچڑ کر بھی صنم خانوں سے نسبت ہو
اسے بنم نگاراں سے اٹھا دینے کے کیا معنی

بدن کو روح کے بدے بچایئے سے کیا حاصل
بدن ننگا ہو تو سر پر ردا دینے کے کیا معنی

یہ مانا ہے اُسے پانابہت دشوار ہے لیکن
کوئی یہ تو کہے اس کو بھلا دینے کے کیا معنی

جسے اس شہر کے سب لوگ دیوانہ سمجھتے ہیں
اُسے جرمِ محبت کی سزا دینے کے کیا معنی

عَدَيْدَ أَپَنَتْ لَهُ جَبْ جَيْ نَهِيْسْ سَكَنَ تَوْ پَھْرَنَادَان
كَسِيْ بِرَهَنَ كَهْ بَنْخُوْنَ كَوْ جَنَادَيْنَهَنَ كَهْ بَنْخُوْنَ

جو لاکھ حیالوں سے اپنے قریب لائے مجھے
سچوم درد میں تنہا نہ چھوڑ جاتے مجھے
قدم قدم پہ جو اک آئندہ دکھاتے مجھے
اُسے کہو کہ مرے سامنے نہ لائے مجھے
وہ راہزن ہے تو ووٹے متاعِ دل بے شک
وہ راہبر ہے تو پھر راستہ دکھاتے مجھے
انہیں کے کرب تسمیم سے حرف چنتا ہوں
نگل رہے ہیں کھلی دھوپ میں جو ماے مجھے



جسے تلاش ہو میری میں منتظر اُس کا
وہ میرے پاس نہ آ کے نہ خود بلائے مجھے

غمنوں کی دھوپ سے مجھ کو بچا کے رکھتے تھے
ہیں یادا ب بھی تری زلف کے دہ سارے مجھے

سچوم غم سے یہ تھپر سا ہو گیا ہے دل
ترے فراق کا نام بھی نہ اب رُلاتے مجھے

شپ فراق کی زحمت تو اک بہانہ ہے
سراب اور بھی قسمت نے کچھ دکھاتے مجھے

میں اپنی ذات سے انکار کر نہیں سکتا
وہ جس صلیب پہ بھی چاہے آزمائے مجھے

میں اپنے ماضی سے مانوس ہو گیا ہو تو کیوں
وہ توڑ چھوڑ کے پھر سے نیا بنائے مجھے

میں اس کی بات پر چپ سادھے لیتا ہوں کہ قریب
مرے ہی شعر ترے سامنے نہائے مجھے

میں اس کے ذہن پر منقوش ہو گیا ہوں عذاب
وہ بھول سکتا ہے مجھ کو تو بھول جاتے مجھے

خواب

خواب

ادھورے خواب میرے
اک نام تک آ کر رُٹ گئے
میں ہرگش میں آیا تو مجھ کو
احساس ہوا
اک شخص کو پانے کی خاطر
مرا سارا جیون بیت گیا

میں جس سے محبت کرتا تھا میں ہار گیا وہ جیت گیا
میں نے سوچ سمجھ کر عمر کے آخری حصے میں
یہ کام کیا

میں نے اپنی جیون رکھا سے
اک لفظ محبت کاٹ دیا ہے

○
پہلی نظر میں لے گیا دل کو نکال کے
قربان اے صنم تری چشم غزال کے
ورزہ میں عمر پیار کے چکر میں کاٹتا
اچھا کیا ہے آپ نے باتوں میں ٹال کے
میرے شکست دل کی صداب ہے جہاں جہاں
سب کی زبان پر چرچے ہیں تیر بھال کے
میں تجھ سے اپنا حال کہوں اور تو سُنے
ہنکے ہوئے ہوں سارے دیر پچے خیال کے

اتنا بھی کیا عز در جوانی میں حُسن پر
کچھ اور بھی ہیں مشہر پس تیری شال کے

یہ جب گزر گیا تو نہ پھر ماخنا آتے گا
خود کو بنالا وقت کے سانچے میں ڈھال کے

مجھ کو فراق یار کا غم دے کے خود عدد
صد میں اٹھانے والا ہے روزِ حال کے

نازک مزاح شخص نکام ہوں کی زد پر ہے
اے شوقِ رُک، ٹھہر بھی اور دل سنجال کے

اک دل فریب پھول بھرتا دکھانی دے
ماضی پر جب فتوش اُبھرتے ہیں حال کے

بید عدید زندگی سانسوں کا ہے شمار
چکر میں کیسے پڑ گئے تم ماہِ حال کے

○
گویا ہوتے تو نوک سر خار ہم ہوتے
اس عشق لامکاں سے خبردار ہم ہوتے
پہلے پہل تو مجذون نے کی جستجو تری
پھر اس کے بعد تیرے طبلگار ہم ہوتے
ہم سود ہتے تھے عمدِ جوانی گزر گیا
جب سو گیا نصیب تو بیدار ہم ہوتے
ہر سانس پر یزید نے پھرے بٹھا دیتے
آبا کے اپنے پھر بھی عزادار ہم ہوتے

تکینِ دل تو چاہتے ہیں لوگ سب یہاں
پر شہرِ درد میں تو حسریدار ہم ہوتے

ہر بار آئنے کے مقابل بھی ہم رہتے
اور آئنے کے پیچے بھی ہر بار ہم ہوتے

صد حیث تُونے ہم کو نظر سے گرا دیا
صد شکر پھر بھی تیرے طلبگار ہم ہوتے

تم کو نہ پاسکے تو زمانے سے کیا گلہ
جب اپنے راستے میں بھی دیوار ہم ہوتے

منسوب ہم سے عمدِ رواں کی بقاری
پھر بھی اے وقت تیرے مزاواز ہم ہوتے

سید عدید کس کو مزاربے سبب ملی
ہم نے گنہ کئے تو گنہگار ہم ہوتے

○
سفر طولی ہوا انتظار کا مجھ سے
وہ عہدِ لوت کے آنے کا کر گیا مجھ سے
یہ فاصلوں کا تسلسل ازل سے تابہ ابد
میں سوچتا ہوں وہ کیوں بدگمان تھا مجھ سے
یہ رشتے ناطِ ضروری ہیں زندگی کے لئے
میں ایک شخص سے ہوں اور دوسرا مجھ سے
جو میرے ساتھ چلا تھا تلاشِ منزل کو
وہ دو دنوں کے سفر میں بچھڑا گیا مجھ سے

میں مبتلا ہے عَمَّ روزگار جب سے ہوا
ہر ایک دوست ہوا ہے گریز پام جھا سے

تھے تو ناز تھا آسیں گے دن بھار کے اب
یہ کہہ کے پوچھتی ہے حالِ دل صبا مجھ سے

عَدَید دل کی خلش کا نقیب لگتا ہے
وفا کا دعویٰ کرے ہے جو بے وفا مجھ سے

○

اخلاص کا اس شوخ میں فقدان نہیں ہے
یکن وہ مرے عشق کا عنوان نہیں ہے
آنکھوں نے ترے حُسن کو تجیم کیا ہے
دل تیری جداں سے پریشان نہیں ہے
اب کیسے رکھوں اس کی رفاقت کے بھرم کو
وہ اپنے کئے پر بھی پشیمان نہیں ہے
ہم سوچ کے چلتے ہیں یہی جانب منزل
اس راہ میں اب کوئی گلستان نہیں ہے

چنان جو قیامت ہے تو رکنا بھی ہے مُسئلہ
اب کام کوئی دُنیا میں آسان نہیں ہے

ہر شخص کی پیشانی پر قیمت کی ہے تختی
انسان حقیقت میں اب انسان نہیں ہے

جس شخص سے ملنے کو فضنا سبز ہوئی ہے
اس وقت ہرے گھر میں وہ مہمان نہیں ہے

جو مجھ پر گزرتی ہے وہ معلوم ہے اس کو
بیڈ وہ ہرے حال سے انجان نہیں ہے

○
محبت سے دُنیا کو سر کرنے والے
زمانے میں کام ایسے کر کرنے والے
ہے ظلمت تو کیا غم اُج لای بھی ہو گا
سحر کر رہے ہیں سحر کرنے والے

ہزاروں زمانے کے غم جھیل کر بھی
بس رکر رہے ہیں بسر کرنے والے
سبھل جاتے گا اب مریعنِ محبت
نظر کر رہے ہیں نظر کرنے والے

مرے ٹوٹے دل پر صداؤں کے نشتر
اثر کر رہے ہیں اثر کرنے والے
تراپیار دل میں چھپایا ہے یہنکن
خبر کر رہے ہیں خبر کرنے والے
بڑے پیار سے پیش آتے ہیں سید
زمانے کو زیر و زبر کرنے والے

میرامکاں

جو موسم بہار تھا گلوں پہ بھی نکھار تھا
تو روح کو بھی چین تھا نظر میں بھی فتار تھا
گلوں کی شاخ پر کوئی پرندہ نفرخ خوار تھا
مگر خزان کے دور میں
وہ دلنشیں حسیں رُتیں
وہ دلنشیں حسیں رُتیں نہ جانے کیب چلی گئیں
چمن کا رنگ روپ بھی اڑاکے لے گئیں کہیں
نہ دل کو چین ہے کہیں قرار بھی کہیں نہیں
کیا تلاش ہر گلی
بہار جب چلی گئی

بہار جب چلی گئی تو روپڑی کھلی کلی
 نظر نظر ادا سیاں ادھر ادھر گھلی گلی
 مجھے کسی نے دی صدا نہ آنا پھر یہاں کبھی
 ہے بدگماں خزان سے تو
 نکل جا گلستان سے تو
 بکھل جا گلستان سے تو چلا جا اب یہاں سے تو
 تو لوٹ کر چلا جا اب کہ آیا تھا جہاں سے تو
 عذاب پر قید و بند ہے اے وقت امتحان سے تو
 سماں یہ سوگوار ہے

ہوا بھی آب دار ہے
 ہوا بھی آب دار ہے شجر بھی بے قرار ہے
 چمن میں میرے واسطے خزان بھی اب بہار ہے
 ہوا بھی غزدہ ہے اب فضنا بھی آب دار ہے
 مگر میں جاؤں اب کہاں
 کہ ہے یہیں مرا مکان
 جو ہے یہیں مرا مکان تو جاؤں پھر میں اب کہاں
 کبھی میں جاؤں گا کہیں نہیں نہیں نہیں

○

کوئی بدب ہے ضرور اس کا بدن جو پانی سے جل رہا ہے
 یہ دل ہے آتش فشاں تجھی تو نظر سے لا وا اُبل رہا ہے
 ابھی سفر شام غم کا باقی ہے تم ابھی سے اُس کیوں ہو
 ابھی ٹرھیں گی یہ نلمتیں اور ابھی ستاراں نکل رہا ہے
 کبھی بھی عمر دواں میں اس پر منہونہ لوگوں عزیب ہے جو
 کوئی میسانہیں ہے جن کا وہ گر کے خود ہی سنبھل رہا ہے
 بدلتے زمانہ میری یہ سوچ پر در دگارِ عالم
 قریب آکر بھی اُس کی فرقت کا فاصلہ تو اُبل رہا ہے

میں سوچتا ہوں کہ کیا بنے گا اے وقت تیری پکار سن کر
ابھی تک لڑکھڑا رہا ہے جو مدد توں سے منجل رہا ہے

وہی ہے وجہِ زوال اب تک اذل سے میرا جو تحا مقہ
وہ ایک دانہ ہی اذنِ ربی سے میری قسمت بدل رہا ہے

جوتیٰ دھرتیٰ کو سینچتا ہے یہاں پر اپنے نہ ہو سے سید
پھر اپنی دانست میں وہ انسان حصارِ غم سے نکل رہا ہے

○

رات بھر میں نے جو سنافی تھی
اصل میں وہ تری کہانی تھی

دہ مری چارہ سازی کیا کرتا
چوتھے دل کی بہت پرانی تھی

تیری یادوں میں جتنی گزری ہے
اتسی ہی زندگی سہانی تھی

وقت پڑنے پر کام کون آیا
وقت آنے پر میں نے جانی تھی

اک طرف روگ تھا محبت کا
اک طرف حسن تھا، جوانی تھی

کوئی اپنا نہیں زمانے میں
وگ ہکتے تھے پر نہ مانی تھی

چُپ رہے ہم عَدَیدِ محفل میں
ورنہ کیا بات دل میں بھانی تھی

○

ترے وصال کی دل میں جو آرزو نہ ہے
شب فراق میں تاروں سے گشتوں نہ رہے

اگر نہ چاہتے والا کوئی میسر ہو
تو آئینے کے کوئی شخص رو بُردہ نہ رہے

بس اک دعا ہے مری بارگاہ یزداں میں
دلوں میں بعض نہ ہولب پر توہہ توہہ نہ ہے

کسی کے جانے کا منظر کبھی جو یاد آیا
تو دل سے آہ یہ نکلی کہ آب جو نہ رہے

تو ہی بتا کہ میں گھر لوٹ کر نہ کیوں جاؤں
تری تلاش اگر مجھ کو کوپہ کوپہ نہ رہے
خوشی میں کیسے گزارو گے وقت اب یہ
بجم یاس کے منظر تو چار سو نہ رہے

عَدِیدٌ پیار عبادت سمجھ کے کرتے ہیں
دیارِ عشق میں ہم وگ بے وضو نہ رہے

○

رانچھے سے کوئی ہیر بھی ہرگز نہ جُدا ہوتی
اس پیار کی دُنیا میں اگر شرط و فاف ہوتی

دل پر تو کسی شخص کا بھی زور نہیں ہے
تجھم تو میں جب ہوتا اگر میری خطا ہوتی

مجھ پر ہے جو پیلنے کا یہ الزام تو پھر ساتھی
اس درد کی دُنیا میں کوئی ادر دوا ہوتی

جب وقت سکھاتا ہے یہ اندازِ ستم تجھ کو
دھڑکن یہ مرے دل کی بھی لمبوں کی صدای ہوتی

ہم جو محبت کے خطاوں سی بیکن
اے کاش کہ اس جرم کی اتنی نہ سزا ہوتی

صیاد کو منتظر نہیں ہے کسی قیمت پر
محبوس پرندوں کی بھی قسمت میں ہوا ہوتی

شمس و قمر، نجیم اتنے نہ خفا ہوتے
آنکھوں میں عدید اس کی بھی جو دید ذرا ہوتی



ایسے ہر شخص مقدر سے ستارا مانگے
جیسے انداز کسی اندھے سے سہارا مانگے

بیس تو پانڈ سلاسل ہوں رہائی مانگوں
جس کی کشتی ہو بھنور میں وہ کنارا مانگے

منزیلیں دُور سی رختِ سفر باندھنے دو
دشتِ امکان میں کوئی ساتھ ہمارا مانگے

اس کی وحشت کا سبب کیا ہے بتائے کوئی
شام سے پہلے یہ دل صبح کا تارا مانگے

ڈوب جاتے نہ کہیں اشک داں میں دُنیا
ان سمجھیں فم ہوں تو سمندر بھی کھا را مانگے

ہوش مندوں کو خبر کیا ہے جنوں کی سید
جان دے کے یہ کوئی جان سے پیارا مانگے

تم عدید اس کے اکیلے ہی طلب گار نہیں
ساتھ اس شخص کا یہ شہر تو سارا مانگے

اضطراب

یہ وقت کا پیام ہے یہ ہر کسی کے نام ہے
عجیب سا سکوت ہے نہ صبح ہے نہ شام ہے
مجھے ذرا بتاؤ تو! یہ کون سا مقام ہے
قدم قدم سراب ہے عجیب اضطراب ہے
فریب دے گیا مجھے زی نظر کا باپکن
تری نظر کو ظلمتوں میں روشنی سے کام ہے
مجھے کسی کا غم نہیں نہیں تری قسم نہیں
کسی کے غم میں دیکھ لے کسی کی آنکھ فم نہیں
کسی کے حال زار پر ترا کوئی کرم نہیں
یہ زندگی عذاب ہے عجیب اضطراب ہے
چراغ دقت کی سحر طلوع ہوئی سے کدھر
کہ اضطراب بھی نہیں ہے چین بھی کہیں نہیں

ہم سے بہتر تو وہ سچھی ہیں کہ جگہنیوں سے
تینکے چُن لاتے ہیں گھرا پنا بنانے کے لئے

آسمان سر پر اٹھایتے ہو تم یہ تو کہو !
کون آئے گا زمیں سر پر اٹھانے کے لئے

لوگ سمجھے ہیں دفاس نے بھائی سید
وہ تو ملتا ہے میرے ساتھ زمانے کے لئے

○

تیرے ہونٹوں پر بھی فغاں ہوتے
ہم اگر غم کی داستان ہوتے

شکوہ کرتے ہیں اپنے آپ سے ہم
اس سے بہتر خفا بے زبان ہوتے

روک لیتے نہ رہ اگر حالات
ہم محنت کے پاس باں ہوتے

وقتِ رخصت گراس کی یاد آتی
ہم اجalon کے درمیان ہوتے

مے کئی بھی لطف کچھ نہ رہا
پسیتے رہتے تو غم جواں ہوتے

سب کے دل کو فرار آ جاتا
پھول کانٹوں میں جادو داں ہوتے

تیرے ہونے سے اپنی ہستی ہے
تو نہ ہوتا تو ہم کہاں ہوتے

کس سے شکوہ کریں عسید کہو
غم ہی ملنے تھے ہم جہاں ہوتے

میرے سانسوں کی بے کلی کیا ہے
میں ہوں فانی تو دامنی کیا ہے

ہم سے شوریدہ دل ہیں لاکھ اگر
حسن والوں کی بھی کمی کیا ہے

اس کو دیکھوں تو پیاس اور بڑھے
میری آنکھوں کی تشنگی کیا ہے

رُد بُرد ان کے یتھج ہے سب کچھ
تیر نے نینوں کی دلکشی کیا ہے

چاند نکلا ہے پھر بھی ظلمت ہے
تیرے گیسو کی بربھی کیا ہے
پس ہے تب ہی وہ آشنا ہو گا
جب کہے گا وہ اجنبی کیا ہے
جن میں جلتا ہو خون مفلس کا
ان چراخوں کی روشنی کیا ہے
جس کو اپنی خبر نہیں ہوتی
وقت سے اس کی آگئی کیا ہے
موت سے زندگی حقیقت ہے
غم نہ ہو جب تو پھر خوشی کیا ہے
چاند کو چاند کہہ دیا سید
ہاتھ کنگن کو آہ سی کیا ہے

○
مجھ کو فرقت میں تری یاد تانے آئے
جتنے غم آئے تو ترے غم کے بھانے آئے
تلیاں باغ میں ہر سو جو نظر آتی ہیں
اس کا مطلب ہے محبت کے زمانے آئے
رات ہزار دم را مجھ سے خفا ہو بیٹھا
سامنے میرے کئی آستہ خانے آئے
یاد آیا ہے ترا یچوں ساچہ دہ پھر سے
آنکھ میں درد کھلے لب پر فانے آتے

زندگی درد کی شدت سے چٹخ جاتے گی
یاد پھر مجھ کو اگر یار پرانے آتے

جن سے کہتا تھا کہ منزل پہ مجھے لے کے چلو
وہ میری راہ میں دیوار بنانے آتے

یہ الگ بات کہ کترائے گزر جاتا ہوں
تلخ راہوں میں کئی موڑ سہانے آتے
وقت نے مجھ سے عدید ان کا صلہ مانگ لیا
وہ جو گندم کے مرے حصے میں دانے آئے

ہوا سے کام کئی ہم نے نام بر کے لئے
مزے جہاں کے ترا انتظار کر کے لئے

بیتی ملا ہے مجھے گل ہوتے چراغوں سے
تمام رات نہ کوئی جلدے سحر کے لئے

خزاں میں وقت کی گردش نے مجھ سے چھین لئے
وہ تنکے میں نے چھنے تھے جو اپنے گھر کے لئے

ثمر، نہ گل ہے، نہ سایہ، نہ برگ فبار اس پر
تمام عمر بسر کی ہے جس شجر کے لئے

مری طرح سے نہ ترپے گا کوئی دُنیا میں
میں ایک روز ہی روپا تھا عمر بھر کے لئے

جو تو نہ ہوتا تو ملتا نہ مجھ کو ایسا بھی
نگاہ رُخ کو ترسی جسیں در کے لئے

سافروں کے قبیلے میں بااغی کتنے میں
یہ جانتا ہو، ضروری ہے راہبر کے لئے

مِراعقیہ کہ قرآن وہ بشارت ہے
جو ضابطہ ہے مکمل ہر اک بشر کے لئے

عَدَيْدَ اسَنَ نَهَىٰ كَمَا تَوَمَّ مَانَ جَادَنَ گَا
یَنْجِشِينَ تَوْبَهَانَا ہیں اک نظر کے لئے

شرط

بچھڑنا شرط ہے تو
ہم تمہاری شرط یہ بھی مان لیتے ہیں
یہی قانون فطرت کا تقاضا ہے
اگر ہم تم بچھڑ جائیں تو اس میں ہرج کیا ہے
تم!
مجھے بے شک اکیلا چھوڑ جاؤ
اس زمانے میں
ہزاروں لوگ تنهاتی کے دوزخ میں
اُرتئتے ہیں
مگر اک آرزو ہے

انتہا !
قریب !
جُدای کا سفر تو انتہائی
قربوں کے بعد ہی آغاز ہوتا ہے
پھر اس کے بعد دوری
تم نظر کی آخری حد تک
اگر چاہو تو اس سے بھی کہیں آگے
چلے جانا
مگر جب دور جانا ہے
تو میرے پاس آؤ
تم !
مرے نزدیک سے نزدیک تر
اتنا قریب آؤ کہ اس کے بعد دوری کا
کوئی غم ہونے دکھ
تم سے بچھنے کا
رہے دل میں
یہ قریب جسم کی قریب نہیں ہرگز

مرے احساس کی پوریں
تمہاری رُوح کو چھو کر
مرے ادراک تک آئیں
یہ خواہش ہے ؟
میں تیرے پیار میں تخلیل ہونا چاہتا ہوں
اور اس کے بعد رونا چاہتا ہوں ؟
میں اپنی خواہشیں تکمیل کرنا چاہتا ہوں
اور اس کے بعد مرنا چاہتا ہوں
اگر پہلے بچھرنے سے مرا اہمان نکل جائے
بدن سے جان نکل جائے
پھر اس کے بعد چاہتے تم بھی مت لوٹ کر آنا
چلے جانا چلے جانا !

زندگی یوں گزار دی میں نے
جیسے کوئی عذاب ہوتا ہے
پیار کے امتحان میں دیکھو
کون اب کامیاب ہوتا ہے
مدتوں کے سوال کا سید
دیکھتے کیا جواب ہوتا ہے



ہر فتم پر سراب ہوتا ہے
اور پھر خواب خواب ہوتا ہے
جب کسی آنکھ سے گریں آنسو
دُکھ مجھے بے حساب ہوتا ہے
اُن سے کہہ دو کہ ہم فقیروں سے
پیار کرنا ثواب ہوتا ہے
زندگانی کا آخری لمحہ
پیار کا پہلا باب ہوتا ہے

خود اپنا عکس کبھی آئینے میں دیکھا ہے
سوال یہ ہا ہے بالکل جواب اٹھا ہے

کبھی جو وقت پڑا تو یہ جان جاؤ گے
بچوم درد میں انسان کتنا تہہا ہے

نگاہ پھر کے جاتے ہو کیوں نہ ہر جاؤ
یہی تو دل میں اُترنے کا ایک رستہ ہے

جو رو دیا مجھے ہنسنے کا مشورہ دے کر
یقیناً اُس نے مجھے مجھ سے بڑھ کے سمجھا ہے

وہ ایک دن مجھے آخر تباہ کر دے گا
وہ ایسا ہے تو نہیں پھر بھی ایسا لگتا ہے
اُفت کے پار اُتر کر بھی میں بسفر میں ہوں
ہزار پردوں کے پیچے بھی ایک پردہ ہے
مہک رہی ہیں کتابیں عدید لفظوں سے
ابھی تو سوچ کا پہلا دریچہ کھولا ہے

ہر راہ میں، ہر موڑ پر گردش نہیں ہوتی
منزل پر پہنچنے کی ہی کوشش نہیں ہوتی
قاتل ہو عدالت میں تو مقتول کے حق میں
پسح کہنا کسی طور سے رازش نہیں ہوتی
جو چاہی وہ مل جائے ضروری تو نہیں ہے
پوری تو ہر اک شخص کی خواہش نہیں ہوتی



کیا اور طلب کرنا ہے پھر پنے خدا سے
جب دکھ کا مدارا بھی تائش نہیں ہوتی
اب تو ہیں کمیں اور ہی رحمت کے ٹھکانے
اب کچھ مکاؤں پر بھی بارش نہیں ہوتی
پڑھ لیتے ہیں محنت سے غریبوں کے جوبے پچھے
اس دور میں کیوں ان کی سفارش نہیں ہوتی
بندہ تو خدا کا ہوں مگر اہل نظر کی
تعظیم تو کرتا ہوں پرستش نہیں ہوتی
صلالق تحسین سہی حسن پر افسوس
وہ کون سی شب ہے کہ تماش نہیں ہوتی
سید تو عنایت کا توحفہ دار ہے یکن
ہر وقت کی اچھی بھی گزارش نہیں ہوتی

صدیوں کو کاشت کر کے حقیقت کشید کی
کافی نہیں ہے فصل کی نے امید کی

اس کو مری طرف سے مبارک ہو عید کی
سید دیا عنیزد میں جس نے بھی عید کی

ایسا نہ ہو کہ راز نہ کوئی بھی راز ہو
ہر قفل پر نہ ہے لگاؤ کھید کی

جو کام بھی کیا ہے، کیا ہے جنوں کے ساتھ
نفرت سے پہلے میں نے محبت شدید کی

اس کو یہ حق ہے مجھ کو قناعت کا درس دے
جو قتل کر کے آیا ہے خواہش مزید کی
اک اجنبی کے ساتھ جوانی میں بھاگ کر
بیٹی نے بوڑھاپ کی منٹی پلیڈ کی
کیسے افتق کی آنکھ میں پھیلا ہو کا رنگ
سُورج کی روشنی نے جو ظلمت شہید کی
سید مری رگوں میں ہو ہے حسین کا
مجھ سے تو ہو سکے گی نہ بیعت یزید کی
بھرے پتیرا درد بکھرنے نہیں دیا
آنکھوں پر ہے گرفت برا بر عَزَید کی

مُسکرایا تو آنکھ بھر آئی
دُکھ سنایا تو آنکھ بھر آئی
بیٹھے بیٹھے وہ گلُبُدن مجھ کو
یاد آیا تو آنکھ بھر آئی
اک پرندے نے چُن کے پکھ تِنکے
گھر بتایا تو آنکھ بھر آئی
جب کھانی میں پیار کا کوئی
ذکر آیا تو آنکھ بھر آئی



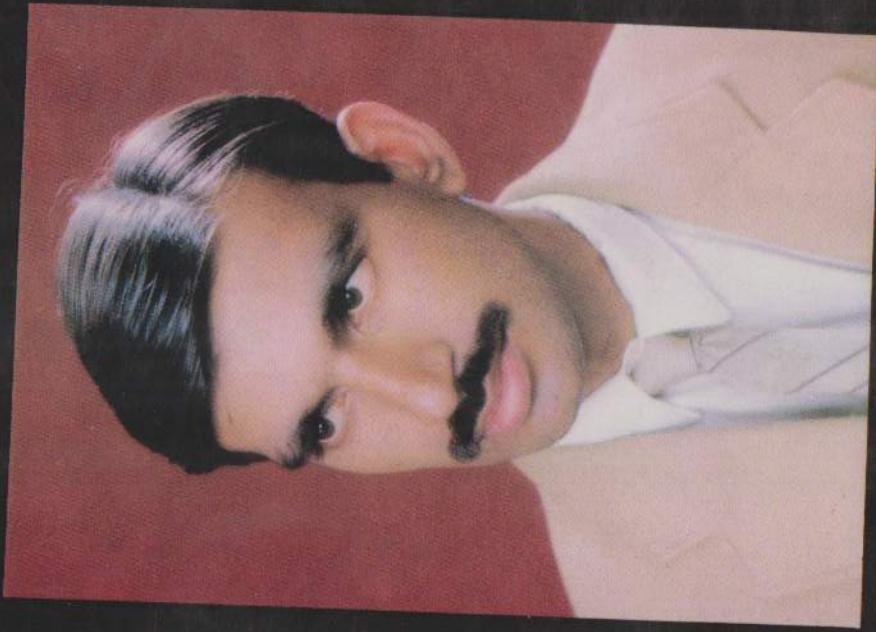
رُودُودِ میرے اس کو جب بھی کبھی
وقت لایا تو آنکھ بھر آئی
اس کو کھویا تو میں بہت رویا
اس کو پایا تو آنکھ بھر آئی
گُردش دھرنے مجھے آ کر
جب ستایا تو آنکھ بھر آئی
جب کی نے کسی کا بھی سید
دل دکھایا تو آنکھ بھر آئی
آئنے میں عَدید جب دکھ
اپنا سایا تو آنکھ بھر آئی

صد شکر ترے شہر سے نا کام نہ آتے
 ہم لوگ مجت میں تھہ دام نہ آتے
 لب حرف کے محتاج نظر موسفر ہے
 دل گوش برا حساس ہے الہام نہ آتے
 وہ مرکزی کردار ہے افسانے کا یکن
 کہتا ہے کہانی میں میرا نام نہ آتے
 اس درجہ میحائی کے چرچے نہ کرو تم
 ممکن ہے کہ بیمار کو آرام نہ آتے

بینے کے لئے ایسی فضا چاہیے جس میں
 اس دل کے دھڑکنے کا بھی کہرام نہ آتے
 یہ سوچ کر اس کو پھے میں جاتا ہوں میں ہر روز
 وہ چاند کمیں آج لبِ بام نہ آتے
 ہم جنم جم جست کے خطدار ہیں لیکن
 تاکر دہ گناہوں کا تو الزام نہ آتے
 آغاز مجت کا کرد سوچ سمجھ کر
 یہ ایسی کہانی ہے کہ انجام نہ آتے
 جاں دینے کا کہتے تھے مگر وقت پہ بیٹا
 ہمدرد میرے کچھ بھی میرے کام نہ آتے

شجرة حب الماء
شجرة حب الماء

الثانية : لطيف
الثالثة : سعيد
الرابعة : عبد



دہ مکنی کو دارے سے افسانے کا بین
کہتا ہے کہ اسی میں برنا مہمنتی